ماہنامہ نصرۃ العلوم نومبر ۲۰۲۱ء

[جلد ۲۶، شمارہ ۱۱]

::: فہرست :::

حالات و واقعات

--- ○ ---

مولانا زاہد الراشدی
شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم

قرآن وسنت کے احکام اور ہمارا عدالتی نظام

روزنامہ دنیا گوجرانوالہ ۲۷، اکتوبر ۲۰۲۱ء کی ایک خبر ملاحظہ فرمائیں۔

''جسٹس فائز عیسیٰ نے سوات میں جائیداد کی تقسیم سے متعلق کیس میں ریمارکس دیے ہیں کہ کوئی عدالت یا جرگہ وراثتی جائیداد کی تقسیم کے شرعی قانون کو تبدیل نہیں کر سکتی، جسٹس قاضی فائز عیسیٰ اور جسٹس یحییٰ آفریدی پر مشتمل دو رکنی بنچ نے کیس کی سماعت کی، دوران سماعت جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کا کہنا تھا کہ جرگے کے فیصلے کے ذریعے دین الٰہی کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا، جائیداد کی تقسیم سے متعلق دستاویزات پر سات سالہ بچے کے انگوٹھے کا نشان لگایا گیا، ایسی دستاویزات کے ذریعے قانون کی دھجیاں اڑائی گئیں، پاکستان میں سچ بولنے کے حالات کا سب کو علم ہے۔

جسٹس قاضی فائز عیسیٰ نے درخواست گزار کے وکیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جس علاقے کی زمینی حقیقت کی آپ بات کر رہے ہیں وہاں تو عورت کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا، زمینی حقائق دیکھتے دیکھتے فوجی آمروں نے ملک میں مارشل لاء لگا دیے، فاضل جج نے کہا کہ سعودی عرب میں جائیداد کی تقسیم کا فیصلہ ایک دن میں ہوتا ہے، پاکستان میں جائیداد کی تقسیم کا فیصلہ ہوتے ہوتے چالیس سال لگ جاتے ہیں، جائیداد کی تقسیم کا اصول ساڑھے چودہ سو سال پہلے طے ہو چکا ہے، این، این، آئی کے مطابق عدالت نے سوات کے حبیب اللہ مرحوم کی جائیداد کو تمام قانونی ورثاء کے مابین شرعی اصول کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیا اور جائیداد کی تقسیم سے متعلق نچلی عدالتوں کے تینوں فیصلے کالعدم قرار دے دیے۔''

یہ خبر خود کو بار بار پڑھنے کا تقاضہ کر رہی ہے اور ہمارے ملک میں عدالتی نظام عورتوں کی مظلومیت اور شرعی احکام کو نظر انداز کرنے یا تبدیل کرنے کے حوالہ سے معروضی صورت حال کی عکاسی کرتی ہے، ہم نے قیام پاکستان کے وقت قرآن وسنت کی عملداری اور شرعی قوانین کے نفاذ کا فیصلہ بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ کیا تھا، مگر اس کے لیے معاشرتی ماحول کو تیار کرنے اور عدالتی نظام کو اس کے تقاضوں کے مطابق از سر نو تشکیل دینے کا کام ابھی تک ہم

نہیں کر پائے بلکہ برطانوی دور کا وہی نوآبادیاتی جوڈیشری سسٹم ہمارے ہاں بدستور مصروف کار ہے اور ہم اس میں وقتاً فوقتاً چھوٹے چھوٹے جوڑ لگانے کے علاوہ اس کے بنیادی ڈھانچے میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکے۔

فاضل جج نے اپنے ریمارکس میں سعودی عرب میں جائیداد کی تقسیم کا معاملہ ایک دن میں طے ہونے کا ذکر کیا ہے اور پاکستان میں ایسے معاملات میں چالیس چالیس سال گزر جانے کی شکایت کی ہے جو درست اور زمینی حقائق کے مطابق ہے مگر اس کے ساتھ اس وضاحت کی بھی ضرورت ہے کہ سعودی عرب کا عدالتی نظام اسلامی اصولوں کے مطابق شرعی احکام وقوانین کے نفاذ کی ذمہ داری کے ماحول میں تشکیل دیا گیا ہے، جس کے باعث نہ صرف مقدمات کے بروقت اور جلد فیصلے ہوتے ہیں بلکہ جرائم اور لاقانونیت کی شرح بھی دوسرے ممالک کی بہ نسبت بہت کم ہے، چونکہ وہاں قضا کا نظام ہے اور قرآن وسنت کو بنیادی قانون کی حیثیت حاصل ہے، اس لیے وہاں کے عدالتی نظام کا حوالہ دینے کی ایسے ہر موقع پر خود ہمیں بار بار ضرورت پیش آتی ہے۔

اسی طرح جسٹس موصوف کا یہ ارشاد بھی پوری قوم کی خصوصی توجہ کا طالب ہے کہ کوئی جرگہ یا عدالت شرعی قوانین میں ردوبدل کی مجاز نہیں ہے اور شرعی احکام وقوانین وہی ہیں جو ساڑھے چودہ سو سال قبل طے ہو چکے ہیں، جبکہ ہمارے ہاں قیام پاکستان کے بعد سے مسلسل یہ تگ ودو جاری ہے کہ کسی نہ کسی طرح شرعی قوانین اور قرآن و سنت کے احکام کو آج کے عالمی ماحول، ہمارے علاقائی رجحانات اور طبقاتی مفادات کے سانچے میں ڈھال لیا جائے، اس کے لیے بین الاقوامی معاہدات کے تحت ہونے والی مسلسل قانون سازی کے علاوہ کم وبیش ہر طبقہ کے کچھ دانش وروں کی طرف سے قرآن وسنت کے قوانین کی تعبیر نو اور بے جا تاویلات وتحریفات کی مشق بھی اسلامی قوانین کی ''ویسٹرائیزیشن'' کی مہم کا حصہ ہے جس کی طرف راسخ العقیدہ مسلمان دانش وروں کو زیادہ توجہ دینی چاہئے۔

اس کے ساتھ ہی عورت کی مظلومیت کا مسئلہ بھی بطور خاص لائق توجہ ہے کیونکہ ہمارے ہاں عورت ایک طرف مغرب کی مادر پدر آزاد ثقافت کی زد میں ہے اور دوسری طرف علاقائی روایات ورواجات اور قبائلی تقاضوں نے اس مظلوم طبقہ کے گرد پابندیوں اور قدغنوں کا حصار قائم کر رکھا ہے جس سے عورت کو ان دونوں انتہاؤں سے نجات دلا کر اسلامی تعلیمات اور خلافت راشدہ کے ماحول کے مطابق فطری آزادی اور حقوق سے بہرہ ور کرنے کا کام بھی ہمارے ہاں ابھی تشنہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اہم امور کے حوالہ سے اپنے فرائض صحیح طور پر سرانجام دینے کی توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

خطبہ جمعۃ المبارک (غیر مطبوعہ) --- ○ --- مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ
بانی جامعہ نصرۃ العلوم

پیغمبرِ خدا بحیثیت مبلغ، مزکی اور معلم کتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَo كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ o فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِo (البقرہ۔۱۵۰تا۱۵۲)

(ترجمہ) اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر مکمل کر دوں، اور تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تم میں سے ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے، وہ پڑھتا ہے تم پر ہماری آیتیں، اور پاک کرتا ہے تم کو اور سکھلاتا ہے تم کو کتاب اور حکمت اور سکھلاتا ہے تم کو، وہ باتیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ پس یاد کرو مجھے، میں تم کو بدلہ دوں گا، اور شکر یہ ادا کرو میرا، اور ناشکر گزاری مت کرو۔

محترم حاضرین و برادران اسلام!

رسولؐ کے فرائض منصبی

اتمام نعمت اور ہدایت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان رسول کی بعثت کا ذکر فرمایا ہے، اور ان کاموں کا ذکر کیا جو کہ وہ رسول انجام دیتا ہے۔ اس کے فرائض منصبی میں ایک کام یہ ہے يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا کہ وہ ہماری آیتیں اور احکام تم کو پڑھ کر سناتا ہے۔ گویا وہ عظیم الشان رسول اللہ تعالیٰ کی جانب سے مبلغ ہے کہ وہ احکام الٰہی پڑھ کر سناتا ہے۔ وہ رسول برحق محض مبلغ ہی نہیں بلکہ وَيُزَكِّيْكُمْ تمہارا تزکیہ بھی کرتا ہے یعنی تمہارے ظاہر و باطن کو پاک کرتا ہے۔ وہ ایسا طریقہ سکھلاتا جس کی وجہ سے تمہارا جسم و جان، قلب و

قالب، مال و دولت، ماحول اور تمہارے تمام تعلقات اس طریقے سے پاک ہو جائیں کہ ان میں گندگی اور نجاست کا پہلو باقی نہ رہے۔ گویا وہ عظیم الشان رسول جس طرح کائنات میں مبلغ اعظم ہے، اسی طرح مزکی اعظم بھی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی ایک صفت اور اس کا کام یہ بھی بتایا ہے وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وہ تم کو کتاب اور حکمت کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ یہاں پر کتاب سے مراد اللہ کا آخری کلام قرآن پاک ہے، جو اس نے بنی نوع انسان کے لیے بالعموم اور ایمانداروں کی ہدایت اور فلاح کے لیے بالخصوص نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔

قرآن کریم کی شان

اللہ نے اپنے اس آخری صحیفہ قرآن مجید کی شان اور اس کا مرتبہ خود قرآن پاک میں جگہ جگہ بیان فرمایا ہے۔ سورۃ البقرہ کے آغاز یعنی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ سے لے کر آخر تک اس کتاب کی شان اور اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ وہ تمام کتابوں سے منفرد اور ممتاز ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب اس قرآن پاک کی ہم پلہ نہیں ہے۔ بلکہ تمام آسمانی صحائف میں سے کوئی صحیفہ بھی اس جیسا نہیں ہے۔ اگرچہ وہ کتابیں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی نازل کردہ ہیں، مگر جتنی جامعیت اس کتاب میں ہے وہ دوسری کسی آسمانی کتاب میں نہیں ہے۔ قرآن میں تمام کتب سماویہ کا خلاصہ بھی ہے اور اس کے علاوہ بھی کروڑوں علوم و معارف موجود ہیں، حتیٰ کہ مخلوق میں سے کوئی ان علوم پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ حضور علیہ السلام نے اس کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، لا تنقضی عجائباته انسان جتنا بھی غور و فکر کرے اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ اس مادی جہان سے آگے بڑھ کر عالم برزخ، حشر اور آخرت میں اس کتاب مبین کے عجائبات مسلسل بڑھتے ہی چلے جائیں گے، اور کبھی ختم نہیں ہوں گے اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے کیونکہ قرآن پاک اللہ کی صفت ہے، انزلناه بعلمه اللہ نے اپنے علم سے اس کو نازل فرمایا ہے۔ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے اور کلام خدائے تعالیٰ کی صفت ہے۔ جس طرح خدا کی ذات غیر محدود ہے اسی طرح اس کی صفات بھی غیر محدود ہیں، لہٰذا اللہ کی کسی صفت کا مخلوق احاطہ نہیں کر سکتی۔ انسان اس میں جتنا غور و فکر کرے گا اس پر مزید رموز کھلتے جائیں گے، اور اس کے علم میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اسی لیے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کہتے ہیں کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی کسی

آیت میں غور وفکر کرتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس ایک آیت کے نیچے علوم ومعارف کا اس قدر وسیع سمندر موجزن ہے جس کو عبور نہیں کیا جا سکتا، چہ جائیکہ قرآن پاک کی کل آیات چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ یا چھ ہزار پچھتر آیات پر عبور حاصل کرنے کی سعی کی جائے۔ امام ابوحنیفہؒ جو تابعین میں سے بہت بڑے فقیہ ہوئے ہیں، وہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

جميع العلم فی القرآن لكن

تقاصر عنه افهام الرجال

واضح اور باریک باتیں

تمام علوم قرآن پاک میں موجود ہیں لیکن انسانوں کے ناقص افہام کو وہاں تک رسائی حاصل نہیں ہے، جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس قرآن کی تعریف خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمائی ہے، اور اللہ کے نبی کی یہ صفت بیان کی ہے، يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وہ تم کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، مفسرین قرآن اس بات کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ بعض چیزیں بڑی واضح ہوتی ہیں اور ادنی توجہ سے بھی سمجھ آ جاتی ہیں، ایسی چیزوں کو بینات سے تعبیر کیا گیا ہے، مثلا خدائے تعالی کو لاشریک ماننا، اس کی عبادت کرنا، مصیبت پر صبر کرنا، خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا، تا کہ منعم راضی ہو جائے۔ اللہ تعالی مالک الملک، خالق، مختار، علیم کل، قادر مطلق، رحیم، کریم کا ذکر کرنا نماز پڑھنا وغیرہ سب چھوٹی موٹی باتیں ہیں، جن میں کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں ہے، البتہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ آدمی از خود سمجھنے کی کوشش کرے تو صحیح طور پر کامیابی نہیں ہوتی، ایسی چیز کو سمجھنے کے لیے آدمی استاد کا محتاج ہوتا ہے، اسی لیے فارس والے کہتے ہیں ''جائے استاد خالی است'' یعنی استاد کی جگہ خالی ہوتی ہے جس پر کوئی دوسرا شخص نہیں بیٹھ سکتا، غرض یہ کہ چیزوں کو سیکھنے کے لیے استاد کی ضرورت ہوتی ہے، ان چیزوں میں اشیاء کی حلت وحرمت، مکروہ اور ناپسندیدہ ہونا وغیرہ یہ صرف نبی کی شان ہوتی ہے کہ اللہ تعالی اپنا فرشتہ بھیج کر اپنے نبی کو براہ راست سکھلاتا ہے، لہذا تمام بنی نوع انسان کے لیے استادی شاگردی کا رشتہ ضروری ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کا فلسفہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کا کوئی بھی علم وفن استاد کے بغیر نہیں سیکھا جا سکتا، ایک لوہار

کا کام سیکھنے والا جب تک کسی استاد کے پاس نہیں بیٹھے گا وہ اپنے فن میں مہارت حاصل نہیں کر سکے گا، اسی طرح ایک ٹیلر ماسٹر استاد کے بغیر کام نہیں سیکھ سکتا، کوئی ڈاکٹر، انجینئر یا کسی بھی فن میں کامل بننا چاہیے، استاد کی مدد اس کی ہدایات اس کی تجرباتی معلومات کے بغیر اپنے مقصد کو نہیں پا سکتا، حتیٰ کہ ایک تاجر بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک وہ کسی ماہر استاد سے کاروباری اونچ نیچ اور لین دین کے معاملات نہ سیکھ لے۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب دنیا کا کوئی بھی علم وفن استاد کی مدد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت بغیر نبی کی تعلیم کے کیسے سیکھ سکے گا؟ قرآن کی ایسی باریک باتیں جہاں بڑے بڑے ذہین لوگ بھی عاجز آ جاتے ہیں وہ بغیر استاد کے کس طرح ذہن میں آئیں گی، اگر کوئی اس کے بغیر ہاتھ پاؤں مارے گا تو وہ اپنی طرف سے باتیں بنائے گا اور گمراہی ہی پھیلائے گا، پرویز اور بعض دوسروں نے قرآن کی تفسیر استاد سے سیکھے بغیر لکھی ہے اور جن کا دعویٰ یہ ہے کہ اس تفسیر کو وہی سمجھ سکتے ہیں، محض خود فریبی ہے، ایسے لوگ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، الغرض دینی علوم سیکھنے کے لیے بھی استاد کی رہنمائی کی ضرورت ہے اور پیغمبر اسلام کی ایک شان یہ بھی ہے، وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ کہ وہ تمہیں کتاب اللہ کی تعلیم دیتا ہے۔

گمراہی اور تعلیم وتعلم

مؤطا امام مالک میں حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک موقع پر مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے وہاں پر دو گروہ مصروف عمل پائے، ایک گروہ ذکر الٰہی میں مصروف تھا، کوئی تلاوت کر رہا تھا، کوئی درود شریف پڑھتا تھا اور کوئی تسبیح وتہلیل میں مصروف تھا، ذکر الٰہی بہترین عبادت اور ذریعہ نجات ہے، اللہ کے ذکر سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے بچانے والی کوئی چیز نہیں ہے، مگر اس کا طریقہ صحیح ہونا چاہیے۔

دوسرا گروہ تعلیم وتعلم میں مصروف تھا، ایک دوسرے کو دین کی باتیں سکھلا رہے تھے، حضور علیہ السلام اسی گروہ میں آ کر تشریف فرما ہو گئے اور ارشاد فرمایا انما بعثت معلما اللہ نے مجھے سب سے بڑا معلم بنا کر بھیجا ہے، گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم وتعلم والی جماعت کو زیادہ پسند فرمایا، آپ حدیث سنتے رہتے ہیں، فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد یعنی ایک فقیہ دین کا علم جاننے والا شیطان پر ایک ہزار عبادت گزار سے زیادہ ناگوار گزرتا ہے، وجہ یہ ہے کہ عبادت گزار کو اپنی ذات کی فکر ہوتی

ہے کہ کسی طرح وہ دوزخ کے عذاب سے بچ کر اللہ کی رحمت کے مقام میں پہنچ جائے، جبکہ فقیہ کا منشا دوسروں کو بھی عذاب سے بچانا ہوتا ہے۔

کتاب کی حکمت

تو فرمایا جیسا کہ ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا ہے، جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، یعنی کتاب اللہ کی تعلیم دیتا ہے، یاد رہے کہ خالی تلاوت آیات پر بات ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ اس آیت مبارکہ میں پانچ باتوں کا ذکر ہے، پہلا درجہ تلاوت ہے، دوسرا درجہ ان آیات پر عمل کر کے تزکیہ حاصل کرنا، تیسرا درجہ کتاب اللہ کی تعلیم، چوتھا درجہ حکمت کی تعلیم اور پانچواں درجہ ان چیزوں کی تعلیم جن کو تم نہیں جانتے تھے۔

پہلی بات تلاوت قرآن پاک ہے، اگر تلاوت کرنے والا ایماندار ہے، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ختم نبوت پر یقین رکھتا ہے تو اس کو خالی پڑھنے سے بھی اجر ملے گا، اور اگر ایمان ہی نہیں رکھتا، اللہ کی کتاب کو خدا کا سچا کلام ہی نہیں مانتا تو اس کو بار بار پڑھنے سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہوگا، البتہ اگر تلاوت آیات سے کوئی دنیاوی مفاد وابستہ کر رکھا ہے تو وہ اس کو حاصل ہو سکتا ہے۔

تزکیہ نفوس

دوسری بات وَيُزَكِّيكُمْ والی ہے اللہ کا نبی آیات الٰہی پر خود عمل کرتا ہے، دوسروں سے کرواتا ہے اور اسی طریقے سے لوگوں کا تزکیہ کرتا ہے، میں نے عرض کیا کہ چاروں سلسلوں قادری، سہروردی، چشتی اور نقشبندی کے بزرگ یہی تزکیہ والا کام ہی کرتے تھے، مگر اب یہ سلسلہ بھی خراب ہو گیا ہے، اب تو اصل کام کی بجائے رسومات ہی رہ گئی ہیں، غلط کار لوگ گدیوں پر بیٹھ گئے ہیں اور انہوں نے تزکیہ کا سارا نظام ہی بگاڑ دیا ہے، کوئی خال خال ہی خدا کا بندہ صحیح طریقہ اختیار کر کے مخلوق خدا کے تزکیہ کا ذریعہ بنتا ہوگا، وگرنہ عام طور رسومات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا تاہم اس سارے نظام کی بنیاد تو تزکیہ ہی ہے، یعنی لوگوں کے ظاہر و باطن، مال و جان، کمائی حتیٰ کہ خیالات تک کو پاک کرنا اور اس مقصد کے لیے ذکر و اذکار کرانا، عبادت و ریاضت کرانا اور غلط کاموں پر پابندیاں لگانا یہ ساری چیزیں تزکیہ میں داخل ہیں اور چاروں سلسلہ ہائے کا یہی لب لباب ہے، تزکیہ ایک بنیادی موضوع ہے اور اللہ کے نبی کا ایک اہم کام ہے جو وہ انجام دیتا ہے۔

کتاب کی تفہیم کا فریضہ

اللہ کی کتاب کو محض پڑھ لینا ہی کافی نہیں، اس لیے اللہ کے نبی کا ایک کام یہ بھی ہے وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ کہ وہ تمہیں کتاب کی تعلیم بھی دیتا ہے، اس کتاب قرآن کریم کو عملی طور پر گہرائی کے ساتھ سمجھنے کے لیے بڑی محنت کی ضرورت ہے، اللہ کا فرمان ہے۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ (القمر۔۳۲) ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے، پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ جو آدمی قرآن پر عمل کرنا چاہتا ہے اسے مطلوبہ باتیں آسانی کے ساتھ معلوم ہو جاتی ہیں، لیکن جہاں تک قرآن کا علمی پہلو ہے، اس میں غور کرنے کی بڑی ضرورت ہے، ارشاد خداوندی ہے۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ (محمد۔۲۴) یہ لوگ قرآن میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے، کیا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں؟ دوسری جگہ فرمایا۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ (ص۔۲۹) یہ برکتوں والی کتاب ہے، جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا، تاکہ وہ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں، ظاہر ہے عقل مند لوگ غور وفکر کرنے کے بعد ان آیات پر عمل بھی کریں گے۔

تعلیم قرآن کے مبادی

قرآن پاک کی تعلیم اس لیے بھی ضروری ہے بعض اوقات بعض باتوں کو سمجھنے میں الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کے نبی نے ان الجھنوں کو دور کر کے بات کو واضح طور پر سمجھا دیا جس کی مثالیں خود قرآن میں موجود ہیں، اور پھر یہ بات بھی ہے کہ قرآن کو سیکھنے کے لیے اس کی مبادی کا سیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے، پہلے قرون کے لوگ نہایت ذہین تھے، ان کے حافظے نہایت قوی تھے، اور وہ باریک باتوں کو آسانی سے سمجھ جاتے تھے، مگر دنیا کے سارے لوگ تو ایسے نہیں ہیں، دنیا کے ہر خطے کے لوگ اسلام میں داخل ہوئے جن کی زبان مختلف اور محاورے میں فرق لازمی امر ہے، ایسے لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینا بڑا کام ہے، کیونکہ جب تک کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی اس پر عمل ممکن نہیں ہوتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو معلم کا نام بھی دیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ (البقرہ۔۱۴۳) اور اس طریقے سے ہم نے تمہیں ایک افضل امت بنایا ہے. تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو، اور رسول تم پر گواہی دینے والا ہو، شاہ عبدالقادر دہلویؒ شاہد کا معنی معلم کرتے ہیں، یعنی سکھلانے والا، اللہ کا پاک نبی تم کو سکھلاتا ہے، اور تمہارا فرض ٹھہراتا ہے، کہ تم

دوسرے لوگوں کو سکھلانے والے بن جاؤ، حضور علیہ السلام اپنے دور میں صحابہؓ کے بلاواسطہ معلم تھے، اور صحابہؓ باقی دنیا کے لوگوں کے معلم بنے، غرض یہ کہ کتاب کی تعلیم ایک باریک چیز ہے، جس کو حاصل کرنے کے لیے زیادہ محنت درکار ہے، یہاں پر اس بات کا ذکر بے محل نہیں ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو اہل زبان تھے، اس لیے ان کو کلام پاک کے سمجھنے میں زبان کے مبادی کی ضرورت نہیں تھی، مگر عجمی لوگوں کو عربی زبان میں قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے عربی کے مبادی یعنی وہ علوم بھی جاننا ضروری ہے، جو کسی زبان کی اساس ہوتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو علم صرف ونحو یا اصول کی ضرورت نہیں تھی، نہ لغت چھانٹنے کی ضرورت تھی نہ تمام آثار کو یاد کرنے کی ضرورت تھی، مگر بعد والے لوگوں کو تو ان تمام علوم کی ضرورت ہے، ان کو تو قرآن کے اصول معلوم کرنے کے لیے اصول فقہ پڑھنے کی ضرورت ہے، تفسیر کا علم سیکھنا ہے۔ مبادیات میں عقلی مباحث کا جاننا بھی ضروری ہے، پھر کسی زبان کی گرائمر جانے بغیر الفاظ کی ادائیگی نہیں ہوسکتی، لہٰذا قرآن پاک کے علوم حاصل کرنے کے لیے بہت سی ابتدائی چیزوں کی تفہیم لازمی ہے جن کے بغیر علوم قرآن میں مہارت حاصل نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی شخص مبادی کے بغیر ٹکرے مارنے کی کوشش کرے گا تو جس طرح وہ خود علم میں کچا ہوگا، اسی طرح دوسروں کو بھی کچا ہی بنائے گا، جس کے ذہن اور قلب میں صحیح اصول نہیں ہوں گے وہ نہ تو خود پختہ کار ہوگا اور نہ دوسروں کی صحیح رہنمائی کر سکے گا۔

غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تیسری صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے، اور کتاب وہ قانون ہے جس پر عمل کر کے انسان کو کامیابی حاصل ہوسکتی ہے، یہاں پر کتاب سے مراد قرآن پاک ہے، جو مدار فلاح ہے اس کے اصولوں پر عمل کر کے ہی انسان اولٰئك هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرہ۔۵) اپنا نام فلاح پانے والوں کی فہرست میں لکھوا سکتا ہے، پھر یہ بھی سمجھ لیں۔

قانون پر عمل درآمد کی ضرورت

پھر یہ بھی سمجھ لیں کہ کتاب تو ایک قانون یا دستور ہے، قانون کتنا بھی اچھا ہو عمل کے بغیر اس کی حیثیت فلسفہ یا وعظ سے زیادہ نہیں ہوگی، قانون کی وقعت اور حیثیت اس وقت متعین ہوتی ہے جب اس پر عمل درآمد کیا جائے، اسی عمل والی بات میں آ کر لوگ ذلیل و برباد ہو جاتے ہیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فلسفے اور ان کی حکمت کے مطابق شریعت اس قانون خداوندی کا نام ہے، جس کو اللہ کا نبی اللہ کی جانب سے لایا ہے، اور جس پر انسان کی دنیاوی اور اخروی فلاح موقوف ہے، لہٰذا انسانوں کے اذہان میں یہ ایک حقیقت اچھی طرح بٹھا دینی چاہیے اور اس

مقصد کے لیے اس کی خوب تشہیر ہونی چاہیے، حتیٰ کہ کوئی دیہاتی یا شہری اس قانون سے بے خبر نہ رہے، حضرت عمرؓ اپنے دور خلافت میں بازار میں جاتے تو اس بات کا دھیان رکھتے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے قانون تجارت سے واقفیت نہ ہو لیتی، یعنی حلال وحرام اور جائز ناجائز کی تمیز نہ ہواسے بازار میں کاروبار کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا آخری قانون ہے جو قیامت تک کے لیے قابل عمل ہے، اگر لوگ اس آخری دستور پر عمل نہیں کریں گے، فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ۔ (المرسلات۔۵۰) تو پھر اس کے بعد کون سا قانون آئے گا جس پر یہ لوگ ایمان لا کر عمل پیرا ہوں گے، گویا اس قرآن پاک کے بعد کوئی قانون یا دستور آنا ہی نہیں ہے، لہٰذا اسی قانون پر عمل کریں گے تو نجات ہوگی ورنہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول کرائی اور فرمایا ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا ۔(الجاثیہ۔۱۸) ہم نے آپ کو ایک خاص شریعت پر مقرر کیا ہے لہٰذا آپ اس کا اتباع کریں، اور دوسرے لوگوں سے بھی کرائیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام تو بالکل ہی ختم ہو چکا ہے، کوئی شریف آدمی کسی کو برائی سے نہیں روک سکتا، اگر کوئی جرات کرے گا تو لڑائی جھگڑے تک نوبت آئے گی، مگر ہر آدمی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا، لہٰذا ہر شخص خاموش رہنے میں ہی مصلحت سمجھتا ہے، غرض یہ کہ نہ کوئی امر بالمعروف کر سکتا ہے اور نہ نہی عن المنکر کی بات کسی سے کر سکتا ہے، کیونکہ ہمارا نظام اتنا بگڑ چکا ہے، لوگ اتنے گندے ہو چکے ہیں کہ کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں ہوتا، بعض لوگ دلیرانہ حوصلہ مند بھی ہوتے ہیں، جو سمجھتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پاداش میں اگر موت بھی آ گئی تو شہادت تو نصیب ہو جائے گی، مگر یہ ہر آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے۔

شعائر اللہ کی عدم تعظیم

اللہ کے شعائر کی جو تعظیم ہو رہی ہے وہ آپ کے سامنے ہے، موجودہ نظام تو کھیل تماشے اور بارودی پٹاخے بازی کا نظام ہے، نہ آذان کا احترام ہے، نہ نماز کا، نہ خدا کا احترام ملحوظ ہے، نہ رسول کا۔ ادھر نماز ہو رہی ہے، یا اذان کا وقت ہے، تو ادھر بینڈ باجے بج رہے ہیں، آتش بازی ہو رہی ہے، کیا یہ خدا کے نام کا احترام ہو رہا ہے؟ ہم نے تو دیکھا ہے کہ ادھر اذان کی آواز آئی تو کسان نے چلتے ہوئے ہل کو کھیت میں روک دیا، وہ بھی مسلمان تھے، مگر

خالصتاً جاہل اوران پڑھ جن کے قلوب میں شعائراللہ کی تعظیم تھی، مگر آج کے نام نہاد مہذب لوگ اذان اور نماز کا کتنا احترام کرتے ہیں، یہ تو شعائراللہ کی توہین کے مرتکب ہورہے ہیں۔

اعمال کی قبولیت کا مدار

میرے محترم بزرگو! بزرگان دین کا قول ہے کہ مذکورہ باتوں کے بغیر آدمی کا عمل درست نہیں ہوسکتا، جب تک آدمی میں خوف خدا نہ ہواوراس کی نیت صحیح نہ ہو،کوئی بھی عمل اپنے ٹھکانے پر نہیں لگ سکتا، انـمـا الاعـمـال بـالنیـات اعمال کا دارومدار تو نیتوں پر ہوتا ہے، جیسی نیت ویسا عمل، اگر نیت میں کھوٹ ہواور فساد ہو تو کام کبھی اچھا نہیں ہوگا، بزرگ فرماتے ہیں کہ کسی کام کا طریقہ کار بھی صحیح ہونا چاہیے۔ ورنہ کام ٹھیک نہیں ہوگا، جب تک کوئی کام اللہ اوراس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق نہیں ہوگا، جب تک خلفائے راشدین اور صحابہؓ کے متعین کردہ طریقہ کار کے مطابق نہیں ہوگا، وہ کام صحیح نہیں ہوسکتا۔

ہر شخص تقرب الٰہی حاصل کرنے کا دعوی کرتا ہے، مشرک، کافر، بدعتی سب چاہتے ہیں کہ اللہ تعالی کا قرب نصیب ہوجائے، بتوں کے پجاری اور ہر فرقے کے افراد جب مرتے ہیں تو اس کے لواحقین یہی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس مرنے والے کو جنت میں پہنچائے، اس کی آتما سکون حاصل کرے اوراس کو نروان حاصل ہو، ہر ہندو، ہر بدھ مت کا پیروکار، ہر سکھ، یہودی, عیسائی کی یہی خواہش ہوتی ہے مگر اس وقت تک یہ چیز حاصل نہیں ہوسکتی جب تک اس کے اعمال اللہ تعالیٰ اوراس کے نبیوں کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق نہ ہوں، مسلمان کہلانے والے توحید کے دعویدار بھی اس وقت تک مراد کو نہیں پہنچ سکتے جب تک ان کا ہر عمل سنت کے مطابق نہ ہو۔

قرب خداوندی کے حصول کے لیے اکل حلال کا ہونا بھی ضروری ہے، جو شخص حرام، ناجائز اور مشکوک مال سے پرہیز نہیں کرتا، وہ خدا سے دور رہے گا، اسے قرب حاصل نہیں ہوسکتا، جب تک اللہ تعالیٰ کی منہیات سے باز نہیں آتا، قرب حاصل نہیں ہوسکتا، اور جب تک مصائب پر صبر کا دامن نہیں تھامے گا، قرب الٰہی سے محروم ہی رہے گا، یہ ساری باتیں میں نے کتاب کی تعلیم کے ضمن میں عرض کی ہے، تلاوت کردہ آیت کے مطابق اللہ کے نبی کا ایک کام یہ بھی ہے، کہ وہ لوگوں کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے،

ایک اہم دینی مسئلہ

[س] بڑی گیارہویں پر تمام عدالتوں میں چھٹی تھی، جس کی وجہ سے مقدمات کی پیشی پر آنے والوں کو

پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، کیا یہ اسلامی تہوار ہے، اور کیا اس کا منانا اور اس کے نام پر کھانا کھانا درست ہے؟

(ج) یہ بڑی گیارہویں بھی دیگر بدعتی امور کی طرح ایک بدعت ہے، جس کی دین میں کوئی بنیاد نہیں ہے، قبروں پر گنبد بن رہے ہیں، ان کو غسل دیا جا رہا ہے، عرس منائے جا رہے ہیں اور طرح طرح کے شرکیہ افعال سرزد ہو رہے ہیں، یہ سب ناجائز ہیں، اسی طرح بڑی گیارہویں اور چھوٹی گیارہویں کی کوئی دینی حیثیت نہیں ہے۔

دعائیہ کلمات

بعض حضرات نے دعا کی درخواست کی ہے، سب حضرات دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام پریشان حال مسلمانوں کی پریشانیوں کو دور فرمائے، ان کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے اور اکل حلال نصیب فرمائے، جو مسلمان بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو صحت کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے، اور جو مسلمان مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے وفات پا چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں سے درگزر فرمائے، ان کی نیکیوں کو شرف قبولیت بخشے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حق کے سمجھنے اور اس پر کاربند رہنے کی توفیق نصیب فرمائے، اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك۔

(تاریخ خطبہ ۴ دسمبر ۱۹۸۷ء)

''انسانی آبادی میں اضافہ کی رفتار سے زیادہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ زمین سے حاصل کردہ وسائل کی تقسیم کا نظم اور ترجیحات کیا ہوں؟ اور یہی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی عقل و دیانت کیلئے آزمائش ہے۔'' [مولانا زاہد الراشدی]

مولانا محمد فیاض خان سواتی

شوقِ مطالعہ

انبیاءؑ کی نبوت کی مُہروں کے مقام

الحافظ جلال الدین عبدالرحمٰن ابی بکر السیوطیؒ المتوفٰی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

''واخرج الحاکم فی المستدرک عن وھب بن مُنَبِّہ قال، اللہ تعالٰی نے کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر اس کے داہنے ہاتھ میں نبوت کا تِل (مہر کی صورت میں) تھا سوائے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کا نبوت کا تِل (مہر کی صورت میں) ان کے دونوں کندھوں کے درمیان تھا۔''

(الخصائص الکبریٰ او کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب عربی جلد ا ص ۱۵۱، طبع مصر)

ہر استفتاء کا جواب دینا درست نہیں

امام شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف با بن قیم الجوزیۃؒ المتوفٰی ۷۵۱ھ رقمطراز ہیں۔

''وصح عن ابن مسعود و ابن عباس من افتی الناس فی کل ما یسالونہ عنہ فھو مجنون۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے صحیح منقول ہے کہ جس نے لوگوں کو فتویٰ دیا ہر اس سوال کے متعلق جو انہوں نے اس سے پوچھا تو وہ مجنون ہے۔''

(اعلام المُوَقِّعین عن رب العالمین عربی ج ۲ ص ۱۸۵ طبع بیروت، لبنان)

ایک آیت کے علم کے متعلق چودہ برس جستجو

شیخ محمد بن علی بن محمد الشوکانیؒ المتوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

''اللہ بزرگ و برتر کے اس قول کے متعلق عکرمہؒ کہتے ہیں (ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللّٰہ ورسولہ) (اور جو شخص نکلے گا اپنے گھر سے ہجرت کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف۔ ترجمہ مفسر قرآنؒ) میں نے اس آدمی کا نام چودہ برس تلاش کیا یہاں تک کہ میں نے اسے پالیا۔''

(فتح القدیر الجامع بین فنّی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر عربی ج ا ص ۱۴، طبع مصر)

ابن الجوزیؒ نے بیس ہزار سے زائد کتب کا مطالعہ کیا

الامام عبدالرحمٰن بن الجوزیؒ المتوفٰی ۵۹۷ھ رقمطراز ہیں۔

''ولو قلت انی طالعت عشرین الف مجلد کان اکثر وانا بعدُ فی الطلب۔ اگر میں کہوں کہ میں نے بیس ہزار جلدوں کا مطالعہ کیا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کا اور میں اس کے بعد بھی طلب میں ہوں۔'' (صید الخاطر عربی ص ۴۴۱، طبع مصر)

تیس برس تک تکبیرِ تحریمہ کا التزام

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ المتوفٰی ۱۴۰۲ھ لکھتے ہیں۔

''حضرت اقدس میاں جی نور محمد صاحبؒ اور آپ کی پیدائش ۱۲۰۱ھ میں اپنے وطن قصبہ جھنجھانہ ہی میں ہے۔ والد محترم کا نام سید جمال محمد علوی تھا، حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب جھنجھانویؒ کی اولاد میں ہیں، نسبًا آپ علوی ہیں۔ حضرت میاں جی صاحب کا سلسلہ نسب نویں پشت پر شاہ عبدالرزاق سے جا ملتا ہے، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سے نسبت طریقت حاصل فرمائی، اپنی حالت کا نہایت اخفاء فرماتے تھے، قصبہ لوہاری جو تھانہ بھون کے قریب ہے وہاں ایک مکتب میں لڑکوں کو قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے، اتباع سنت میں کمال درجہ حاصل تھا، حتی کہ تیس (۳۰) سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔'' (تاریخ مشائخ چشت ص ۲۳۲، طبع کراچی)

نماز میں بیہودہ گو کی شکل مسخ ہوگئی

امام جلال الدین سیوطیؒ المتوفٰی ۹۱۱ھ رقمطراز ہیں۔

''۸۲۷ھ میں حلب سے خبر پہنچی کہ امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے بیہودہ بکنا شروع کیا، امام صاحب نے نیت نہ توڑی بلکہ نماز پوری کر کے جب سلام پھیرا تو لوگوں نے دیکھا کہ اس بیہودہ بکنے والے کی صورت سُور کی سی ہوگئی ہے اور جنگل کی طرف بھاگا چلا جا رہا ہے، لوگوں نے یہ دیکھ کر بڑا تعجب کیا اور ہر طرف اطلاع بھیجی۔'' (تاریخ الخلفاء کا ترجمہ مسمّٰی بیان الامراء ص ۵۷۹، مترجم مولانا حکیم شبیر احمد انصاری، طبع لاہور)

اذان کی تکذیب کرنے والے کا عبرتناک انجام

امام شمس الدین محمد بن احمد الخطیب الشربینی الشافعی القاهری المصریؒ المتوفٰی ۹۷۷ھ لکھتے ہیں۔

''طبرانی نے روایت کیا ہے کہ مدینہ میں ایک عیسائی جب مؤذن کو اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ کہتے ہوئے سنتا تھا تو کہتا، اللہ جھوٹے کو جلائے (العیاذ باللہ) ایک رات اس کا خادم آگ لے کر داخل ہوا، اس کے گھر والے سوئے ہوئے تھے، آگ کی چنگاری گھر میں اڑی، جس نے اسے اور اس کے گھر والوں کو جلا دیا۔''

(تفسیر السراج المنیر فی الاعانۃ علی معرفۃ بعض معانی کلام ربنا الحکیم الخبیر عربی ج ۱ ص ۳۸۰ طبع نولکشور)

شائقینِ حدیث اور ان کی دواتوں کی تعداد

امام شمس الدین محمد بن احمد الذھبیؒ المتوفٰی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

''احمد بن جعفر الختلی نے فرمایا، جب ابو مسلم (ابراھیم بن عبداللہ البصریؒ المتوفٰی ۲۹۲ھ) الکجیؒ ہمارے پاس (بغداد) آئے، تو انہوں نے غسان کی ایک کشادہ زمین میں ہمیں (احادیث) املاء کرائیں، ان کی مجلس میں سات آدمی املاء کرانے والے تھے، ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھ والے کو ان کی بات پہنچاتا تھا، اور لوگ ان سے کھڑے ہو کر لکھ رہے تھے، پھر اس کشادہ زمین کو ماپا گیا اور حاضرین کی دواتوں کو گنا گیا تو ان کی تعداد چالیس ہزار سے زائد تک پہنچی، (یہ تعداد آپؒ کا) دیدار کرنے والوں کے سواء کی تھی۔''

(سیر اعلام النبلاء عربی ج ۱۳ ص ۴۲۴، طبع بیروت)

عیسٰیؑ کے معتقدین کی تعداد

علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ المتوفٰی ۱۳۴۹ھ لکھتے ہیں۔

''تو بشارت ہی کے موافق ان کا نام (عیسٰی) یسوع رکھا گیا، انہوں نے طفولیت مصر میں بسر کی اور تیس سال کی عمر تک یہودیوں کی حالت پر غور کرنے کے بعد انہوں نے اپنے نبوت کی تبلیغ شروع کی، تبلیغ میں اتنے سرگرم تھے کہ ایک رات سے زائد ایک مقام پر قیام نہ فرماتے تھے، انہوں نے فلسطین میں بنی اسرائیل کی ہر بستی میں اپنی آواز کو پہنچایا، تین سال بعد ان کو رفع الی السماء حاصل ہوا، اس عرصہ میں اُن کو صرف بارہ شاگرد ملے، جن میں سے ایک غدار نکلا، کتاب الاعمال کے مصنف لوقا کا خیال ہے کہ کل ۱۲۴ تعداد ایسے اشخاص کی مل جاتی ہے، جو ان کے معتقد تھے۔'' (رحمۃ للعالمین جلد سوم ص ۱۳۱، طبع لاہور)

تین چیزیں تین چیزوں میں پوشیدہ ہیں

امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالیؒ المتوفٰی ۵۰۵ھ رقمطراز ہیں۔

''جعفر صادقؒ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں چھپایا ہے۔

(۱) اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں، اس لئے اس میں سے کسی چیز کو حقیر نہ سمجھو، شاید کہ اس کی رضا اس میں ہو۔

(۲) اپنے غضب کو اپنے معاصی میں، اس لئے اس میں سے کسی چیز کو حقیر نہ سمجھو، شاید کہ اس کا غضب اس میں ہو۔

(۳) اور اپنی ولایت کو اپنے بندوں میں، اس لئے ان میں سے کسی ایک کو حقیر نہ سمجھو، شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو۔

اور یہ بات زیادہ بھی فرمائی۔

(۴) اور اس نے اپنی قبولیت کو اپنی دعا میں چھپایا ہے، اس لئے دعا کو ترک نہ کرو، بسا اوقات قبولیت اس میں ہوتی ہے۔'' (احیاء علوم الدین عربی ج ۴ ص ۴۹ طبع بیروت لبنان)

ابوحازمؒ سے خلیفہ سلیمان کا مکالمہ

امام علی بن برھان الدین الحلبیؒ المتوفی ۱۰۴۴ھ رقمطراز ہیں۔

''جب سلیمان بن عبدالملک مدینہ منورہ میں داخل ہوا، تو اس نے پوچھا کہ مدینہ میں کوئی ایک ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کسی ایک کو پایا ہو؟ لوگوں نے کہا، ابوحازمؒ ہیں، تو سلیمان نے ان کی طرف (آدمی) بھیجا، جب وہ اس کے ہاں داخل ہوئے، تو اس نے پوچھا اے ابوحازم، کیا وجہ ہے کہ ہم موت کو ناپسند کرتے ہیں؟ تو ابوحازمؒ نے جواب دیا، اس لئے کہ تم نے اپنی آخرت کو ویران کیا ہے اور تم نے اپنی دنیا کو آباد کیا ہے، اس لئے تم ناپسند کرتے ہو کہ آبادی سے ویرانے کی طرف منتقل ہو۔ پھر سلیمان نے پوچھا، اللہ کے ہاں پیشی کیسے ہوگی؟ تو ابوحازمؒ نے جواب دیا کہ نیکی کرنے والا اس غائب کی طرح جو اپنے اہل کے ہاں واپس آتا ہے، بہرحال گنہگار اس بھاگنے والے غلام کی طرح جو اپنے آقا کے پاس واپس آتا ہے، تو سلیمان رونے لگا اور اس نے کہا اے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اللہ کے ہاں ہمارے لئے کیا ہے؟ ابوحازمؒ نے کہا، تو اپنے عمل کو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر پیش کر، تو سلیمان نے کہا کہ میں اسے کس جگہ پاؤں گا، تو ابوحازمؒ نے جواب دیا، اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم (بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور بے شک بُرے لوگ جہنم میں ہوں گے) سلیمان نے پوچھا، اللہ کی رحمت کہاں ہے؟ ابوحازمؒ نے کہا، قریب من المحسنین (نیکی کرنے والوں کے قریب) سلیمان نے پوچھا، اللہ کے کون سے بندے زیادہ معزز ہیں؟ ابوحازمؒ نے کہا حوصلہ والے۔'' (السیرۃ الحلبیۃ فی سیرۃ الامین المامون عربی ج ا ص ۲۹۴، طبع بیروت، لبنان)

افادات: مولانا زاہد الراشدی
ضبط وترتیب: محمد حذیفہ خان سواتی

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علاج و پرہیز

[۱۰، اکتوبر ۲۰۲۱ء کو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال گوجرانوالہ میں سیرت کانفرنس سے خطاب]

بعد الحمد والصلوٰۃ!

میں محترم بھائی ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا، ان کے رفقاء کا اور یہاں کی انتظامیہ کا دو حوالوں سے شکر گزار ہوں، ایک یہ کہ انہوں نے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے حوالے سے محفل کا انعقاد کیا اور دوسرا یہ کہ مجھے بھی موقع بخشا کہ میں آپ حضرات کے ساتھ اس مبارک محفل میں بیٹھوں، اس کی برکات حاصل کروں، کچھ سنوں اور چند باتیں عرض کر سکوں، اللہ پاک اس محفل کو قبول فرمائے اور ہمارے لیے دنیا و آخرت میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں اور برکتوں کو تازہ کرنے کا ذریعہ بنائے، آمین۔

ابھی نعت خواں بھائی بڑی خوبصورت نعت پڑھ رہے تھے، اس کا ایک جملہ میرا دل بار بار دُہرا رہا ہے ''میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے'' یہ بات ہم یہاں بیٹھ کر تو کر ہی رہے ہیں، لیکن اگر آپ تھوڑا سا نسلِ انسانی کی موجودہ صورتحال کو دیکھیں تو زبانِ حال سے ہر انسان کے دل سے یہی آواز نکلے گی کہ ''میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے'' آج انسانیت اسی موڑ پر کھڑی ہے جس پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر أیھا الناس کہا تھا اور خطاب کر کے پہلی آواز لگائی تھی، جہاں انسانیت اس وقت کھڑی تھی آج بھی وہیں کھڑی نظر آتی ہے، آج پھر اسی آواز اور ویسی ہی بائیس تیئیس سالہ محنت کی پھر سے ضرورت ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر آواز لگائی تھی أیھا الناس اور بائیس تیئیس سال کے بعد منیٰ میں کھڑے ہو کر جو صفا سے تقریباً دس کلو میٹر کے فاصلے پر ہے، اپنی بائیس تیئیس سالہ محنت کا نچوڑ کامیابی کے اس اعلان کے ساتھ کہ میں کامیاب جا رہا ہوں، ایک جملے میں بیان فرمایا تھا ''کل أمر الجاھلیة موضوع تحت قدمی '' جاہلیت کی

ساری قدریں آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔

پہلی بات یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ وہ جاہلیت کی ساری قدریں جو تئیس سال کی محنت سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹا ڈالی تھیں اور پاؤں تلے روند ڈالی تھیں، آج پھر نئے میک اپ اور نئی زیب و زینت کے ساتھ معاشرے پر مسلط ہیں، اس لیے انسانیت آج پھر اسی موڑ پر کھڑی ہے اور پکار رہی ہے کہ ''میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے'' خدا کرے کہ انسانیت کی اس آواز کو ہم سن سکیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ محنت، وہ پیغام، وہ بائیس تئیس سالہ تگ و دو اور وہ قربانیاں نسلِ انسانی تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے، انسانیت تو تلاش میں ہے، انسانیت تو پیاسی ہے، آج انسانی سماج اسی ماحول میں کھڑا ہے کہ کوئی چمکانے والا آئے اور وہ اپنے دل کو پیش کریں، اللہ کرے کہ اس حوالے سے ہم اپنا فرض ادا کر سکیں۔

اس وقت چونکہ میں ہسپتال میں بیٹھا ہوں، مرض، مریض، علاج اور معالج کے ماحول میں بیٹھا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور سیرت مبارکہ کی روشنی میں عرض کروں کہ معالج کیسا ہوتا ہے، بیماری کیا ہوتی ہے اور علاج کیسے کیا جاتا ہے، میرا جی چاہتا ہے کہ ہلکے پھلکے انداز میں بات کروں، کوئی فلسفہ اور لمبا چوڑا لیکچر نہ ہو، چنانچہ مریض، مرض اور معالج کیا ہوتے ہیں، اس پر دو تین واقعات عرض کرنا چاہوں گا اور اسی پر اکتفاء کروں گا۔

بخاری شریف کی روایت ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو کچھ حضرات کو مدینہ منورہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی، بعض علاقوں کی آب و ہوا مرطوب ہوتی ہے، بعض کی خشک ہوتی ہے، ہر قسم کی آب و ہوا ہر کسی کو راس نہیں آتی، مدینہ منورہ اس وقت یثرب کہلاتا تھا، یثرب کی آب و ہوا مہاجرین کی ایک تعداد کو راس نہ آئی، لوگ بیمار ہو گئے، اور بیماروں میں دو بڑے نام ہیں جو آتے ہی بیمار ہو گئے تھے، ایک حضرت صدیق اکبرؓ، جن کو بخار چڑھ گیا، ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کپکپی کا بخار لیے بیٹھے ہیں، آپ ڈاکٹر صاحبان سمجھتے ہیں کہ وہ کیا ہوتا ہے، اور دوسرے حضرت بلالؓ تھے، وہ بھی مدینہ منورہ کی آب و ہوا راس نہ آنے کی وجہ سے بیمار ہو گئے، بیماری میں وطن چونکہ زیادہ یاد آتا ہے اور وہ ابھی تازہ تازہ وہاں سے آئے تھے تو دونوں حضرات کو مکہ یاد آ رہا ہے، مکے کی پہاڑیاں اور پرانا وطن یاد کر رہے ہیں، وطن کی محبت فطری بات ہے، حضرت صدیق اکبرؓ اٹھتے بیٹھتے کہہ رہے ہیں کہ لوگ اپنے گھروں میں صبح کر رہے ہیں جبکہ میں مسافر ہوں اور حالتِ سفر میں ہوں، ایک

انجانے ملک میں ہوں، پتہ نہیں موت آئے گی تو کیا ہوگا، موت تو جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے، نہ جانے کس حالت میں آئے گی، اس حوالے سے آپ اشعار پڑھ رہے تھے۔

حضرت بلالؓ بازاروں میں گھوم رہے ہیں، وادیوں میں جا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یا اللہ وہ دن کب آئے گا کہ میں مکے کی زمین دیکھوں گا، هل اردن یوماً میاه مجنة ، کبھی مجنہ کے چشموں پر جانے کا اتفاق ہو گا؟ کبھی مکہ مکرمہ کا اذخر گھاس دیکھوں گا؟ کبھی شامہ اور طفیل کے پہاڑ دیکھ سکوں گا؟ دونوں کا یہ حال ہے، بیماری کے حصار میں وطن کو یاد کر رہے ہیں۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! مسئلہ پریشانی کا ہے، یہ ہمارے دونوں بزرگ اپنے وطن کو یاد کر کے شعر و شاعری کر رہے ہیں اور بڑے پریشان حال ہیں، تو اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ مریض کا پہلا حق دعا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! مدینے کی آب و ہوا کو ہمارے موافق کر دے، یا اللہ مدینے کی وبا کو جحفہ بھیج دے، یہ عرب کی سرحد تھی، ایسے سمجھیں جیسے واہگہ بارڈر ہے کہ کوئی کہے کہ وبا کو واہگہ بارڈر بھیج دے، یا اللہ مدینہ میں برکت عطا فرما، کیسی برکت؟ جیسی مکے میں؟ نہیں أو أكثـر بلکہ مکے کی برکت مدینے کو عطا فرما اور اس سے ڈبل عطا فرما، یعنی مکے کی برکت سے ڈبل برکت اور مکے کی محبت سے دوہری محبت ہمیں عطا فرما، غرضیکہ اس صورتحال کو دیکھ کر حضورؐ نے محسوس کیا اور دعا فرمائی۔

میں عرض کیا کرتا ہوں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت ہے، مکہ کیلئے دعا ہمارے بڑے بابا جی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی، اس کی برکات آج تک ہم دیکھ رہے ہیں، جبکہ مدینے کی دعا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی اور ڈبل کی دعا کی تھی، یعنی یا اللہ جو مکے کو برکت دی ہے مدینے کو دُگنی دے، جو مکے سے ہماری محبت ہے مدینے سے ڈبل عطا فرما، میں عرض کرتا ہوں کہ ہر مسلمان کو مکہ مکرمہ سے محبت ہے، اور یہ محبت ایمان کا حصہ ہے لیکن مدینے کا نام آتے ہی مسلمان کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ ہے، میں نے عرض کیا کہ مریض کیلئے پہلا علاج دعا ہے اور دعا صرف مریض کیلئے نہیں بلکہ علاقے کے لیے بھی ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں ایک بڑے صحابی ہیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، فتح مکہ یا حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ میں بیمار ہو گئے، ہجرت کر کے گئے تھے، السـابـقون الاولون میں ان کا شمار ہوتا ہے، آٹھ دس سال کے بعد مکہ مکرمہ میں گئے اور بیمار ہو گئے، بیماری زیادہ

ہوگئی، بسا اوقات بیمار سمجھتا ہے میں جا رہا ہوں، اور کہتا ہے کہ میں تو گیا، ایسی کیفیت ہو جاتی ہے، نبی کریمؐ ان کے خیمے میں بیمار پرسی کیلئے گئے، انہوں نے آپؐ سے دو سوال کیے، پہلا سوال یہ کہ یا رسول اللہ! میں تو یہاں سے ہجرت کر کے گیا تھا، اب اپنے وطن واپس آیا ہوں اور یہاں آ کر بیمار ہو گیا ہوں، اگر یہاں فوت ہوا تو یہیں دفن ہوں گا تو میری ہجرت کیا بنے گا؟ کہیں وہ کینسل تو نہیں ہو جائے گی؟ دوسرا سوال یہ کیا کہ میں امیر آدمی ہوں، بڑے مالدار آدمی تھے، فرمایا وارث ایک بیٹی کے علاوہ کوئی نہیں ہے، بیٹی کو بھی ضرورت نہیں ہے، وہ بھی ٹھیک ٹھاک ہے، کیا میں اپنا مال سارا صدقہ نہ کر دوں؟ میں تفصیل میں نہیں جاتا، صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حوصلہ دیا کہ تم اس بیماری میں مرنے نہیں والے، حوصلہ کرو، یہ صرف تسلی نہیں تھی بلکہ پیش گوئی تھی اور کمال کی پیش گوئی تھی، فرمایا کہ اللہ نے تجھ سے دنیا کی قوموں کو ابھی بڑا نفع پہنچانا ہے اور بڑی قوموں کا بیڑہ غرق کروانا ہے، حوصلہ رکھ، ابھی تجھ سے اللہ نے بڑے کام لینے ہیں، ینفع بك اللّٰہ اقواماً ویضر بك آخرین بہت سی قوموں کو تیرے ذریعے اللہ نفع دے گا اور بہت سی قوموں کو تیرے ذریعے نقصان پہنچائے گا، ابھی بڑے کام ہیں، حوصلہ رکھو، ابھی نہیں جاتے، خیر یہ معجزہ بھی تھا جو وقوع پذیر ہوا، ایران کے فاتح سعد بن ابی وقاصؓ ہیں، کوفہ کے بانی اور معمار سعد بن ابن ابی وقاص ہیںؓ، کوفہ شہر آباد کیا تھا، حکم حضرت عمرؓ کا تھا، نگرانی انہوں نے کی ہے، بڑے انجینئر یہی تھے جن کی نگرانی میں کوفہ تعمیر ہوا تھا، تو حضورؐ نے تسلی دی اور حوصلہ دیا کہ گھبراؤ نہیں، تم ابھی مرتے نہیں، ابھی تمہاری لمبی عمر ہے، اللہ پاک تجھ سے بڑے کام لیں گے، تو مریض کا دوسرا حق حوصلہ اور تسلی دینا اور صبر دلانا ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین بھی یہی ہے، فرمایا مریض کی عیادت کرو، اور عیادت کیسے کرو؟ اس کو حوصلہ دو، اس کی پریشانی کا باعث نہ بنو، اس کو تسلی دو، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضی اللہ عنہ کو ایسا حوصلہ دیا، چنانچہ وہ خاصہ عرصہ زندہ رہے رہے، بڑے کام کیے، اللہ پاک نے ان سے دین کی بڑی خدمت لی۔

ایک بات اور عرض کرتا ہوں، ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیمار ہو گئے، بخار تھا، ایسا ہوتا ہے، بیماری آتی جاتی ہے، بخار میں کمزوری آ گئی، ٹھیک ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجلس میں بیٹھے کھجوریں کھا رہے تھے، بخاری شریف کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا کہ ابھی بیماری سے اٹھے ہو، خدا کے بندے کھجوریں چھوڑ دو، ان کے ہاتھ سے کھجوریں لے کر نیچے رکھ دیں کہ یہ تمہارے لیے فائدے

مند نہیں ہیں، یہ مریض کا تیسرا حق ہے، یعنی پرہیز، جناب نبی کریمؐ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ کھجوریں لے لیں کہ اللہ کے بندے ابھی تو بیماری سے اٹھا ہے، پھر دوبارہ بیمار ہو رہا ہے، میں عرض کیا کرتا ہوں کہ تیسرا حق مریض کا اس کو پرہیز کی تلقین کرنا، دیکھنا اور نگرانی کرنا ہے کہ کوئی چیز اس کو نقصان نہ دے ۔

ایک لطیفہ سمجھ لیں یا واقعہ سمجھ لیں، واقعہ ہے کہ حضور صلی الہ علیہ وسلم ایک دفعہ خود بیمار ہو گئے، آپؐ کے آخری ایام تو بڑی کمزوری کے گزرے ہیں، باری باری ازواج مطہراتؓ کے حجروں میں جانے میں دقت ہوتی تھی، بیمار کو دقت ہوتی ہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جی چاہا کہ مجھے ایک ہی حجرے میں رکھا جائے، حضرت عائشہ کا حجرہ تھا، ازواج مطہراتؓ نے محسوس کر لیا، بیوی سے زیادہ کون مزاج سمجھتا ہے، آپس میں مشورہ کیا اور سب نے کہا، یارسول اللہؐ! آپ کو جہاں تسلی ہو وہیں رہیں، ایک جگہ ہی رہیں، کیونکہ باری باری حجرے بدلنے میں مشکل ہے، یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب آئے تو چل نہیں پا رہے تھے، حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر پاؤں سے گھسٹ کر آ رہے تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں پاؤں سے زمین پر لکیریں پڑ رہی تھیں، کمزوری کی یہ کیفیت تھی، بیماری میں ایسا ہوتا ہے، اس دوران کا ایک واقعہ سمجھ لیں یا لطیفہ، ساری ازواج مطراتؓ بیٹھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نیم بیہوشی کی کیفیت طاری ہے، سب کچھ دیکھ رہے ہیں، سمجھ رہے ہیں، لیکن کچھ بول نہیں پا رہے، ازواج مطہراتؓ نے آپس میں مشورہ کیا کہ حضورؐ کو دوائی دینی ہے، دوائی لائی گئی تو حضورؐ نے ناں میں سر ہلایا، اشارے سے کہا کہ نہیں، سب آپس میں کہنے لگے کہ مریض تو منع کرتا ہی ہے، مریض کب خوشی سے دوائی پیتا ہے، سب بیبیوں نے جکڑا اور دوائی پلا دی، تھوڑی دیر کے بعد افاقہ ہوا تو کہا کہ میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا؟ کہنے لگیں یا رسول اللہؐ! مریض تو منع کرتا ہی ہے، مریض کب خوشی سے دوائی پیتا ہے، فرمایا جب میں نے تمہیں منع کیا تھا تو پھر تم نے کیوں مجھے زبردستی پلائی ہے؟ اگلی بات یہ فرمائی کہ جو جو بیبیاں اس عمل میں شریک تھیں سب باری باری ایک دوسرے کو دوائی پلاؤ، ساری ایک دوسرے کو جکڑ جکڑ کر پلاؤ، جیسے مجھے پلائی ہے، چاچا جی حضرت عباسؓ پاس کھڑے تھے، فرمایا یہ کام میں شریک نہیں تھے ان کو نہ پلانا، باقی آپس میں ایک دوسرے کو پلاؤ جیسے مجھے پلائی ہے، بتایا جاتا ہے کہ کہا تو چچا جی نے ہی تھا، لیکن وہ الگ بات ہے، اب ایک دوسرے کو پلا رہی ہیں، ام سلمہؓ فرماتی ہیں یا رسول اللہؐ! میرا تو روزہ ہے، فرمایا کوئی روزہ نہیں بعد میں رکھ لینا، اسے بھی پلاؤ۔

میں اس کو یوں تعبیر کیا کرتا ہوں کہ دل لگی اور خوش طبعی کا ماحول بھی رہنا چاہئے، مریض کے ساتھ اس کے

ماحول کے مطابق معاملہ ہونا چاہئے، جناب نبی کریمؐ نے بیماری کے ایام کیسے گزارے ہیں اور بیماروں کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے، کس طرح محبت کے ساتھ، حضورؐ نے ان کے حقوق بیان کیے ہیں، میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جناب نبی کریمؐ نے بیمار کی بیمار پرسی کو، اس کے علاج کو اور اس کے ساتھ ہمدردی کے اظہار کو بنیادی تقاضا قرار دیا ہے اور حقوق میں شمار کیا ہے، اس سے اسے تسلی ہوتی ہے، اطمینان بڑھتا ہے، مریض کو حوصلہ رہتا ہے۔

آخر میں وہ بات پھر عرض کروں گا جو نعت خوان بھائی نے کہی تھی، آج پوری نسل انسانی اپنے دل سے یہ پکار رہی ہے کہ ''میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے'' لیکن واسطہ بننا ہماری ذمہ داری ہے، اگر ہم واسطہ نہیں بن سکیں گے، اپنا کردار ادا نہیں کر سکیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے مقام پر ہیں، یہ جرم ہمارے ذمے ہوگا، اللہ پاک ہمیں اس جرم کے ماحول اور نفسیات سے نکالے اور آج کے عالمی ماحول میں جناب نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کے حوالے سے اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

::: جامعہ نصرۃ العلوم کا اعزاز :::

گزشتہ ماہ ''فوکس میڈیا'' کے ادارہ ''سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اسلامک انسٹیٹیوٹ'' کے زیر اہتمام ایک آن لائن تحریری مقابلہ منعقد ہوا، جس میں ملک بھر سے علومِ دینیہ وعصریہ کے طلبہ اور دیگر شائقین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اس مقابلہ میں جامعہ نصرۃ العلوم کے طالب علم محمد واجد معاویہ ہزاروی نے ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی دعوت'' کے عنوان سے مضمون نگاری کر کے اول پوزیشن حاصل کی اور پانچ ہزار روپے نقد اور دیگر قیمتی انعامات حاصل کر کے اپنے مادرِ علمی کا نام روشن کیا۔ [ادارہ]

[خطاب] مولانا محمد فیاض خان سواتی
[ضبط وترتیب] محمد حذیفہ خان سواتی

فتنوں سے محفوظ ریاست کی چار اہم نشانیاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، خُصُوْصاً عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْهُدٰى، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ، وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ o

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ، وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

محترم حاضرین و برادران اسلام و خواتین محترمات!

تلاوت کردہ آیت کا ترجمہ ومفہوم

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم نویں پارہ میں سے ''سورۃ الانفال'' کی آیت نمبر ۲۵ تلاوت کی ہے، جس کی روشنی میں آج میں آپ کے سامنے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بنیادی طور پر فتنے کون سے ہوتے ہیں، کسی بھی ملک، شہر اور علاقے کے لوگ کون سی باتیں اختیار کریں تو وہ فتنوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں، سب سے پہلے اس آیت کا ترجمہ ومفہوم عرض کرتا ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں لوگوں کی عمومی ذہنیت کے مطابق بات کی ہے، ہر آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میں محفوظ ہوں، کوئی مصیبت، تکلیف دوسرے پر آئی ہے تو اُس پر آئی ہے، مجھ پر تو نہیں آئی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہی بات سمجھائی ہے وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً تم ڈرو اس فتنہ سے جو نہیں پہنچے گا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا، تمہارے اندر ظالم لوگ جو ظلم کر رہے ہیں، وہ فتنہ صرف اُن کو پہنچے گا، ایسا نہیں ہے، جب

فتنہ اور آزمائش آئے گی تو اس کی زد میں پھر سب آتے ہیں، لہٰذا اس سے ڈرو وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ بے شک اللہ سخت سزا والا ہے۔ جو ظلم کرتے ہیں وہ دنیا میں اگر چھوٹ بھی جائیں، خدا کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

دینی اور سیاسی فتنہ

یہ اس آیت کا ترجمہ ومفہوم تھا، یہاں جس فتنے کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے، یہ فتنہ کون سا ہے؟ اس کی تفسیر میں قرآن کریم کے دو بڑے مفسرین کے حوالے سے تلاوت کردہ آیت میں بیان کردہ فتنے کا مفہوم آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں، ہمارے برصغیر کے مشہور محدث، فقیہ، مؤرخ، فلاسفر حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں جس فتنے کا ذکر کیا ہے، وہ دین کا فتنہ ہے کہ لوگ شرکیہ رسومات وبدعات میں پڑ جائیں، دین کے خلاف جتنی بھی باتیں ہیں انجام دینے لگیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد اور جو بھی باتیں دین کے حوالے سے متعلق ہیں، ان سے ڈرایا گیا ہے۔ دینی حوالے سے جو فتنہ ہے اس میں بھی ظالم ہوتے ہیں، جہاں دین کی باتوں پر پابندی لگائی جائے، وہاں پابندی لگانے والے ظالم کہلائیں گے، اگر وہ خدا کی گرفت میں آئیں گے تو باقی بھی آئیں گے، اگر وہ اپنا فریضہ اداء نہیں کریں گے۔ اس لیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں دین کے فتنے سے آدمی بچ جائے، شرک، بدعات، رسومات اور جتنی بھی فتنے والی باتیں ہیں جن کو اللہ اور جناب رسول اللہؐ نے فتنہ قرار دیا ہے، ان سے بچنا ضروری ہے، ظاہر بات ہے کہ جب انفرادی طور پر ہر آدمی بچنے کی کوشش کرے گا تو اس کے ساتھ ایک اچھی سوسائٹی وجود میں آئے گی اور جب ایک مکمل سوسائٹی اس پر عمل کرنے والی ہوگی تو سارے لوگ محفوظ رہیں گے، کوئی پکڑ میں نہیں آئے گا۔

اسی آیت کی تفسیر میں ہمارے برصغیر کے بہت بڑے مجاہد، مفسر قرآن جو امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے نام سے معروف ہیں، جنہوں نے اس برصغیر میں انگریز کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اس کو یہاں سے نکالنے کیلئے بڑی کوشش کی ہے، تقریباً ۲۵ سال وہ جلاوطن رہے، کئی ممالک افغانستان، روس، ترکی، مکہ مکرمہ وغیرہ میں انہوں نے اپنا وقت گزارا، انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس میں جس فتنے کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے اس سے مراد ریاستی فتنہ ہے، ریاستی فتنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دین کے حوالے سے ریاست کی طرف

سے جو پابندیاں لگیں، ان کے دور میں ہندوستان میں انگریز کی حکومت تھی اور یہاں دین کی بہت سی باتوں پر پابندی تھی، یہی وجہ ہے کہ ان سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے جو بڑے صاحبزادے ہیں سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، انہوں نے انگریز کے خلاف جو جہاد کا فتویٰ دیا تھا وہ اسی بنا پر تھا کہ مسلمانوں پر ہمارے ملک میں دینی شعائر پر پابندی لگاتے ہیں، یہ کرو اور یہ نہ کرو، ان کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، پھر دو سو سال تک یہ جد و جہد چلتی رہی، امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ بھی اسی سلسلے کی کڑی تھے، انہوں نے انگریز کے خلاف بڑا جہاد کیا، اور پچیس سال جلا وطن بھی رہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس میں ریاستی فتنہ مراد ہے، ریاستی فتنے سے مراد یہ ہے کہ ایک ریاست جب مسلمانوں کے خلاف ظلم اور زیادتی ہو رہی ہو تو وہ جہاد کو ترک کر دے، یہ ریاستی فتنہ ہے، کیونکہ جہاد ریاست کی طرف سے اعلان کے بعد ہوتا ہے، اپنے ملک میں اور اپنے گرد و پیش میں جہاں بھی مسلمانوں پر ظلم اور زیادتی ہو، ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ اس سلسلے میں تعاون شریعت کا حکم ہے، اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، مومن آپس میں ایک جسد کی طرح ہیں، یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہیں، اگر ہم یہ سوچیں کہ کشمیر میں جو ظلم ہو رہا ہے، اُن پر ہو رہا ہے ہمیں کیا ہے، شام میں جو ظلم ہو رہا ہے ہوتا رہے ہمیں کیا ہے، ہم تو محفوظ ہیں، برما میں ظلم ہوتا ہے تو ہوتا رہے، ہمیں کیا ہے، ہر آدمی اگر یہ سوچ کر بیٹھ جائے تو یاد رکھیں مسلمان خود ہی دنیا میں کمزور ہوں گے، ان لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے کیلئے ہم تو آزادی سے جا نہیں سکتے، کیونکہ سرحدوں کی پابندیاں ہیں، یہ کام تو ریاست نے ہی کرنا ہوتا ہے، ریاست اگر نہ کرے تو ریاست پر بھی اللہ کی پکڑ آتی ہے، اور پھر مختلف طریقوں سے پکڑ آتی ہے، آپ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ پھر اللہ کی پکڑ کیسے کیسے آتی ہے۔

الغرض! اس آیت میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تفسیر کے مطابق اس فتنے کا ذکر ہے جو شخصی طور پر متعلق ہے کہ کوئی آدمی شرک، بدعت اور دین کے خلاف بات نہ کرے اور امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں اجتماعی فتنے کا ذکر ہے، کیونکہ خاص کی بات ہے، خاص وہ لوگ ہوتے ہیں جو عہدہ والے ہوتے ہیں، اس فتنے سے بچو، ہر آدمی یہ سوچ کر بیٹھ جائے کہ جو خاص ظالم ہیں انہی پر فتنہ آئے گا ہم پر نہیں آئے گا، اور اپنی آنکھوں کے سامنے ظلم ہوتا دیکھیں مگر اپنی استطاعت کے مطابق بات بھی نہ کریں تو پکڑ میں آئیں گے، اگر دنیا میں چھوٹ بھی جائیں تو آخرت میں اللہ کی پکڑ، سزا اور عذاب بڑا سخت ہے۔

فتنوں سے حفاظت کے چار اسباب

میں آج صرف یہی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا معاشرہ اور سوسائٹی فتنوں اور آزمائشوں سے کس طرح بچ سکتا ہے، خصوصاً دینی حوالے سے، چوتھی صدی ہجری میں ایک بہت بڑے فقیہ، محدث، عالم، شیخ جو فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندیؒ کے نام سے مشہور تھے، ۳۷۳ھ میں ان کی وفات ہوئی، انہوں نے اپنی کتاب ''بستان العارفین'' میں چار وجوہات ایسی لکھی ہیں کہ اگر کسی شہر، ملک اور علاقے کے لوگوں میں یہ چار قسم کے لوگ موجود ہوں تو وہاں آزمائشیں نہیں آتیں، سردست وہ چار باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں كُلُّ بَلْدَةٍ يَكُوْنُ فِيْهَا اَرْبَعَةٌ فَاَهْلُهَا مَعْصُوْمُوْنَ مِنَ الْبَلَاءِ ہر وہ شہر جس میں چار قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں وہاں کے لوگ آزمائش، مصیبت اور فتنے سے محفوظ رہتے ہیں۔ اب یہ ہم نے دیکھنا ہے کہ ہمارے اندر ایسے لوگ موجود ہیں یا نہیں، ہم پر آزمائشیں کیوں آ رہی ہیں اور ہم فتنوں میں کیوں مبتلا ہو رہے ہیں؟

[۱] عادل حاکم

پہلی قسم کے متعلق انہوں نے فرمایا اِمَامٌ عَادِلٌ لَايَظْلِمُهُمْ شَيْئًا انصاف والا حاکم جو ان لوگوں پر کسی چیز میں کوئی ظلم نہ کرے۔ یہ سب سے پہلی بات ہے، جب رعایا پر عادل حاکم ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید بھی آتی ہے، بڑی فتوحات ہوتی ہیں اور بڑی فراوانی ہوتی ہے، وگرنہ اس کی نحوست سب پر پڑتی ہے۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں لوگوں کا کوئی قصور نہیں ہوتا لیکن وہ ظلم کا شکار ہوتے ہیں اور حکام کی طرف سے ایسا ہوتا ہے، ہمارے ملک میں جو مہنگائی چل رہی ہے، اس کے اسباب میں بے چارے عوام الناس کا تو کوئی قصور نہیں ہے، یہ تو جتنا ٹیکس وہ لگاتے ہیں اداء کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی ان کو کوئی سہولت میسر نہیں آ رہی بلکہ دن بدن مشکلات زیادہ ہی ہو رہی ہے، لوگ تنگیوں میں مبتلا ہیں، میں نے اسی ہفتے میں اخبار میں ایک تصویر دیکھی کہ ایک آدمی نے اپنے اوپر بورڈ لگایا ہوا تھا کہ آدمی برائے فروخت، زندہ انسان اپنے آپ کو بیچ رہا ہے، خودکشیوں کی خبریں آپ پڑھتے رہتے ہیں، اب ایسے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہے کہ اگر ہم سب یہ سوچ کر بیٹھ جائیں کہ اگر خدا کی پکڑ آئے گی تو حاکموں پر ہی آئے گی ہم پر نہیں آئے گی، ایسا نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سب پکڑ میں آتے ہیں، آپ دیکھ لیں کہ مہنگائی کی صورت میں سب زد میں آئے ہوئے ہیں، یہ میں نے ایک

مثال دی ہے، اور بے شمار مثالیں ہیں، تو فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ نے کہا کہ جس شہر، ملک اور علاقے میں امام عادل ہو، لوگوں پر کسی بھی قسم کا ظلم نہ کرے تو اس شہر، علاقے اور ملک کے لوگ آزمائش میں نہیں پڑتے، سب سے بڑی وجہ ہماری آزمائش میں پڑنے کی یہی ہے اور اس میں من جملہ ہمارا بھی قصور ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو منتخب کرتے ہیں، آگے لاتے ہیں اور پھر بھگتتے ہیں۔

[۲] علماءِ حق

دوسری قسم کے متعلق فرمایا وَعَالِمٌ عَلٰی سَبِیْلِ الْھُدٰیٰ جس ملک میں ایسے عالم ہوں جو ہدایت کے راستے پر ہوں تو اس ملک اور علاقے کے لوگ آزمائش اور مصیبتوں میں مبتلا نہیں ہوتے، معلوم ہوا کہ اس چیز کا بھی فقدان ہے، آج علماء تو ہیں، لیکن علماءِ حق تھوڑے ہیں، علماءِ سوء اور فتویٰ فروش زیادہ ہیں، غلط باتوں کی تردید نہیں کرتے اور ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، انکار نہیں کرتے، یہ دوسری بڑی وجہ ہے کہ ہم لوگوں پر آزمائشیں اور مصیبتیں آرہی ہیں۔

[۳] حق پرست پیر

تیسری بات انہوں نے یہ ارشاد فرمائی وَمَشَائِخٌ یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحَرِّضُوْنَ عَلٰی تَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ ایسے مشائخ، ایسے بزرگ، ایسے پیر کسی شہر یا ملک میں ہوں جو نیکی کا حکم دیں، برائی سے منع کریں، قرآن کریم کی تعلیمات کیلئے لوگوں کو برانگیختہ کریں، ابھاریں اور ان کی طرف توجہ دلائیں تو وہاں کے لوگ آزمائشوں میں مبتلا نہیں ہوتے، گویا کہ آزمائشوں میں مبتلا ہونے کی تیسری بڑی وجہ یہ ہے کہ ایسے مشائخ اور پیروں کا فقدان ہو گیا ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ جو پیر اور مشائخ ہیں ان کے مشغلے کیا ہو گئے ہیں، وہ بجائے اس کے کہ قرآن کریم کی تعلیمات لوگوں میں عام کریں اور ان کی طرف لوگوں کو برانگیختہ کریں، توجہ دلائیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں، اس کے بالکل الٹ کام کرتے ہیں، وہ دین سے لوگوں کو دور کر رہے ہیں، اُن کا منتہائے نظر یہ ہو گیا ہے کہ ہمیں نذرانے اور ہدیے ملیں، اس کیلئے باقاعدہ لوگوں کی ذہن سازی کی جاتی ہے کہ لوگوں کے جیب سے ہم کس طرح پیسے نکالیں۔

حضرت والد ماجدؒ اس پر ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، ایک علاقے کے پیر صاحب تھے اُن کے مریدین جب ان کے اردگرد اکٹھے ہو کر بیٹھتے تو باتوں باتوں

میں وہ ان کا ذہن بنانے کیلئے اپنے علاقے کی زبان میں ایک جملہ کہتے تھے تاکہ لوگ انہیں ہدیے اور نذرانے دیں اور ان کی خدمت کریں، جب بھی ان کے مریدوں کا جمگھٹ ہوتا تو وہ ان کو اپنی زبان میں یہ بات کہتے ''ماں ککڑے ناں گوشت تے صندلے ناں شربت بوں اچھا لگنا ایں'' یعنی مجھے مرغ کا گوشت اور صندل کا شربت بہت اچھا لگتا ہے، حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے وہ کس کافر کو اچھا نہیں لگتا، وہ تو سب کو ہی اچھا لگتا ہے، لیکن یہ ہے کہ مریدوں کے ذہن میں یہ بات آ گئی کہ پیر صاحب کو مرغ اور صندل کا شربت بہت پسند ہے اس لیے اگلی دفعہ یہی نذرانہ پیش کر دیں گے۔ اگر اس طرح کے پیر ہوں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کریں گے، قرآن کریم کی تعلیمات کی طرف لوگوں کو برانگیختہ کرنا کہ تم قرآن کریم پڑھو، ناظرہ پڑھو، حفظ کرو، ترجمہ پڑھو، تفسیر پڑھو، اس کے علوم حاصل کرو، یہ تو دور کی بات ہے، ان کا سارا نکتۂ نظر یہی ہے کہ ہدیے اور نذرانے بٹورے جائیں، حتیٰ کہ لوگوں کو دین کی صریح باتوں سے ہٹانے تک کی کوشش کرتے ہیں، ایسی ایسی تعلیمات دیتے ہیں کہ الامان والحفیظ، تو یہ تیسری بنیادی چیز ہے جس کی وجہ سے ہم فتنوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہیں، ہمیں ایسے مشائخ اور پیر میسر نہیں ہیں جو نیکی کا حکم دیں، برائی سے منع کریں، قرآن کریم کی تعلیمات کی طرف ہمیں توجہ دلائیں، ہمیں ابھاریں اور برانگیختہ کریں، کیا مجال ہے کہ کسی پیر نے اپنے مرید سے کہا ہو کہ تم قرآن کریم پڑھو اور وہ نہ پڑھے، پیر بھی ایسے بیٹھے ہیں جو خود قرآن کریم نہیں پڑھے ہوئے، نماز نہیں پڑھتے ہیں، اور مرید نماز کی بجائے پیر کی خدمت کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں، ایسی تعلیمات جو شریعت کے صریح خلاف ہیں وہ سرزد ہو رہی ہیں، اسی وجہ سے ہم مصیبت اور آزمائش میں پڑے ہوئے ہیں۔

[۴] باپردہ خواتین

چوتھی بات فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ جس علاقے اور ملک میں اس قسم کے لوگ موجود ہوں گے وَنِسَآءٌ مَسْتُوْرَاتٌ لَا يَتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ یعنی باپردہ خواتین ہوں گی اور وہ زمانۂ جاہلیت کی طرح باہر نہیں نکلیں گی، جیسے وہ زیب زینت کے ساتھ اور ننگ دھڑنگ باہر نکلتی تھیں، قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے امہات المؤمنینؓ کے بارہ میں یہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى۔ (الاحزاب۔۳۳) غرضیکہ جس ملک میں ایسی عورتیں ہوں گی جو باپردہ ہوں گی اور جاہلیت کے طریقے کے مطابق باہر نہیں نکلیں گی، وہ علاقہ اور ملک فتنوں اور آزمائشوں سے محفوظ رہے گا، یہ چوتھی بنیادی وجہ ہے۔

ملکِ پاکستان کی زبوں حالی کی بنیادی وجہ

ملکِ پاکستان کے حالات کو گہری نظر سے دیکھیں تو ان چار چیزوں نے بڑی مضبوطی سے اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے، نہ عادل حاکم میسر ہے جو لوگوں پر ظلم نہ کرے، نہ ایسے علماء موجود ہیں جو صحیح راستے کی رہنمائی کریں، نہ ایسے پیر موجود ہیں جو لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اور قرآن کریم تعلیمات پر برانگیختہ کریں اور نہ ہی ایسی خواتین میسر ہیں جو باپردہ ہوں اور زمانہء جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلیں، ان کی وجہ سے فتنے دن بدن بڑھتے چلے جا رہے ہیں، آج کل آپ دیکھتے ہیں جو نوجوان بچے اور بچیاں سکولوں اور کالجوں میں پڑھ رہے ہیں ان کو دین سے کیسے دوسری طرف لے جایا جا رہا ہے، گزشتہ جمعہ ملتان کے نشتر میڈیکل کالج میں بچوں اور بچیوں کے حوالے سے ناچ گانے کے پروگرام ہوئے اور ان کو پورے میڈیا پر نشر کیا گیا، وہ نوجوان بچے اور بچیاں جن کا یہ وقت تربیت کا ہے، افسوس کہ ان کو والدین بھی ایسے میسر ہیں، آج جس تعلیم گاہ میں وہ پڑھ رہے ہیں وہاں کی انتظامیہ بھی ایسی میسر ہے اور پھر اساتذہ بھی ایسے ہی میسر ہیں تو ایسی صورت میں فتنے نہیں پیدا ہوں گے تو اور کیا ہوگا، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ان فتنوں سے محفوظ رکھے اور ہمارے اندر مذکورہ صفات پیدا فرمائے۔

اعلانِ حج

اعلان آیا ہوا ہے کہ حج کی درخواستیں جمع ہو رہی ہیں، بھئی جن کی ہمت ہے اپنی درخواستیں بھیج دیں، یہی بات ہے جو آج میں نے بیان میں کی ہے کہ فتنے کیوں پیدا ہوتے ہیں، حج سرکاری طور پر تقریباً پانچ لاکھ کا ہو گیا ہے، اب جس کے پاس پانچ لاکھ ہوگا، وہی حج کی درخواست دے سکے گا، پانچ لاکھ تو یہ لے لیں گے، وہاں خرچے کیلئے بھی پیسے چاہئیں، پیچھے بال بچوں کے خرچے کے پیسے بھی ہونے چاہئیں، یہی چیزیں ہیں جو ریاستوں میں فتنے پیدا کرتی ہیں، ہمیں تو بڑا افسوس ہوتا ہے کہ ہمارا ملک جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، یہاں حج کے حوالے سے کیا کچھ ہو رہا ہے، جبکہ انڈیا میں مسلمانوں کو سبسڈی دی جاتی ہے، ان کا حج سستا ہے، لیکن ہم فتنے اور آزمائش میں مبتلا ہیں، حج کی درخواستیں مختلف مقامات پر جمع ہو رہی ہیں، جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق دے جمع کرائیں۔

ایک اہم دینی مسئلہ

[س] احمد رضا صاحب مسئلہ پوچھ رہے ہیں کہ ہم موٹر پمپ کی مرمت کا کام کرتے ہیں، کچھ لوگ اپنا کام کرا کر اپنا سامان لے جاتے ہیں اور کچھ لوگوں کا سامان ہمارے پاس موجود ہے، جن میں بہت سی چیزوں کو ایک

سال سے پندرہ سال تک ہو چکے ہیں، ان میں سے اکثر لوگوں کے ساتھ ہمارا کوئی واسطہ نہیں، نہ ان کے ٹھکانے کا پتہ ہے، لہٰذا ایسی صورت میں اس سامان کے حوالے سے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

[ج] بھئی! اگر لوگوں کا یہی معمول ہے تو آپ کو ایک بات پہلے کرنی چاہیے کہ اگر وہ آئیں تو انہیں کہیں کہ اپنا سامان واپس لے کر جائیں یا وہاں بورڈ لکھ کر لگا دیں کہ کام سے فارغ ہونے کے بعد اپنا سامان لے جائیں، جو نہیں لے کر جائے گا تو ہم اس کو صدقہ وخیرات کر دیں گے تاکہ سب کے ذہن میں یہ بات آ جائے۔

ایسی چیزیں جو دوسروں کی ہیں اور ان کے ملنے کی کوئی صورت نہیں ہے، اس کو کچھ دیر اپنے پاس رکھیں تاکہ کوئی آ جائے، عموماً جس کو بھول جاتا ہے وہ چند دنوں میں آ کر لے جاتا ہے، لیکن جو چیزیں سالہا سال سے پڑی ہوئی ہیں ان کیلئے اپنی دوکان پر بورڈ لگا دیں کہ جس کی چیز پڑی ہے آ کر لے جائیں، اگر نہیں آتا تو صدقہ وخیرات کر دیں۔

دعائیہ کلمات

ثناء الحق صاحب کی اہلیہ اور محمد شعیب کی صحت کیلئے دعا کی درخواست کر رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ صحت کاملہ و عاجلہ نصیب فرمائے، یہ کہہ رہے ہیں کہ راعنا بتول بچی بہت بیمار ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ صحت کاملہ و عاجلہ نصیب فرمائے، یہ کہہ رہے ہیں میرا بیٹا ابو ہریرہ غلط مقدمات میں ملوث ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ رہائی کی صورت پیدا فرمائے، محمود صاحب کہہ رہے ہیں ٹھیک نہیں ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ صحت کاملہ و عاجلہ نصیب فرمائے، امتیاز احمد صاحب کہہ رہے ہیں میری والدہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی بخشش ومغفرت فرمائے۔

ان کے علاوہ بھی جو لوگ بیمار ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو شفاء کاملہ و عاجلہ نصیب فرمائے، جو وفات پا چکے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی بخشش ومغفرت فرمائے، اسی ہفتے میں ہمارے بہنوئی مولانا ظفر فیاض صاحب کے ماموں لاہور میں وفات پا گئے ہیں، نیک آدمی تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی بھی بخشش ومغفرت فرمائے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دین حق کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے، اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

(تاریخ خطبہ جمعۃ المبارک: ۲۱ فروری ۲۰۲۰ء)

[مراسلات] مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ
[مرتب] مولانا محمد فیاض خان سواتی

مراسلاتِ مفسرِ قرآنؒ

(باب چہارم)
اصاغرین سے مراسلت
[قسط۔۳۵]

جناب ابوعمار محمد فاروق شیخ صاحب سے مراسلت

''جناب ابوعمار محمد فاروق شیخ صاحب مشہور احراری و جمعیتی سرگرم بزرگ حاجی محمدؒ کے صاحبزادے ہیں، ۳۱ مارچ ۱۹۵۶ء میں نور باوا گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، گھریلو و دینی ماحول میں پرورش پائی اور عصری تعلیم میں گریجویشن کیا، کشمیری برادری کی گوتھ ''شیخ'' سے تعلق ہے، جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے ابتدائی سرگرم عہدہ داروں اور کارکنوں میں سے ہیں، ۱۹۷۶ء میں تحریک جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے دوران قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، ۱۹۹۹ء میں انہوں نے مجھے متحدہ عرب امارات کی سیاحت کے لیے دو ماہ کا وزٹ ویزہ بھیجا، اس دوران میں ایک ماہ تک ان کے ہاں مہمان رہا اور ان کی معیت میں متحدہ عرب امارات کی سات ریاستوں ابوظہبی، دوبئی، شارجہ، عجمان، ام القیوین، رأس الخیمہ اور الفجیر ہ کی سیر و سیاحت بھی کی، حضرت والد ماجدؒ کے وہ اور ان کا سارا خاندان انتہائی عقیدت مند ہے، دینی، مسلکی اور سیاسی فکر کی تربیت ان ہی سے پائی، آج کل وہ مسقط میں اپنے بیٹے کے ہاں مقیم ہیں اور عوارضات میں مبتلاء ہیں، اللہ کریم انہیں ایمان کی سلامتی کے ساتھ صحت و عافیت والی خوشحال زندگی نصیب فرمائے، آمین۔'' (فیاض)

مکتوب مفسر قرآنؒ بنام محمد فاروق شیخ صاحب

''باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

عزیز القدر محترم فاروق شیخ صاحب دام مجدہٗ

سلام مسنونِ اسلام کے بعد!

امید کہ آپ مع جملہ لواحقین کے بعافیت ہوں گے۔حاجی محمد فیاض بعافیت اپنے اہل وعیال اور لواحقین کے پاس پہنچ گیا ہے،آپ کے احسانات کا ہم شکریہ ادا نہیں کر سکتے،اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے،بمع اہلیہ اور بال بچوں کے ایمان کی سلامتی اور عافیت،صحت تامہ اور ترقی فی الدنیا والآخرۃ عطا فرمائے، آپ کے احسانات اور مہربانیوں کے زیر بار ہیں،آپ نے حاجی فیاض کی مہمان نوازی جس محبت اور خلوص سے انجام دی،دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حسن جزا سے مقدار وافر میں سے نوازے،آپ نے ہر طرح اس کو سہولت پہنچائی اور جملہ ریاستوں کی سیر کرائی اور ہر طرح سے تعاون کیا،اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا وآخرت میں عزت عطا فرمائے،جزاک اللہ فی الدارین خیراً۔

سب چھوٹے بڑے افراد خانہ آپ کا تہہ دل سے شکر اداء کرتے ہیں،آپ کی ترقی اور رفعت کے لیے دعا گو ہیں،احقر کی طرف سے سلام مسنون قبول فرمائیں،بچوں کو پیار۔

والسلام

احقر عبدالحمید سواتی

۳۰ رجب ۱۴۲۰ھ/ ۹،نومبر ۱۹۹۹ء

حبیب الرحمٰن طالبعلم سے مراسلت

''جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے ابتدائی دور میں حبیب الرحمٰن نامی کسی طالبعلم نے حضرت والد ماجدؒ کو مدرسہ میں داخلہ کے سلسلہ میں معلومات کے لئے خط لکھا،اس کے جواب میں آپ نے اصاغر نوازی کرتے ہوئے تفصیل سے اس کی استفسار کردہ باتوں کا جواب لکھا،جس سے مدرسہ کے ابتدائی دور کے بعض تعلیمی وتربیتی حالات

کی معلومات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔'' (فیاض)

مکتوب مفسر قرآنؒ بنام حبیب الرحمٰن طالبعلم

''باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

حبیب الرحمٰن سلمہ اللہ۔

سلام مسنون اسلام کے بعد۔

آپ کا مکتوب دستیاب ہوا، اور مستفسرہ کا جواب۔

(۱) مدرسہ نصرۃ العلوم میں داخلہ درجہ فارسی سے ہی ہو جاتا ہے، لیکن چونکہ گنجائش کم ہوتی ہے، اس لیے داخلہ ہر سال بہت محدود ہوتا ہے۔

(۲) طعام وقیام کا انتظام مدرسہ کی طرف سے ہوتا ہے، موسم سرما میں اگر لحاف طالب علم کے پاس نہ ہوتو وہ بھی دیا جاتا ہے۔ آٹا اپنے ہاتھ سے گوندھنا پڑتا ہے اور باری پر ہانڈی بھی پکانی پڑتی ہے۔

(۳) اسباق پابندی سے ہوتے ہیں۔

(۴) مدرسہ کی طرف سے طلباء کو کتابیں بھی مل جاتی ہیں، ہاں بعض اوقات طلباء کی زیادتی سے کتب کی کمی رہتی ہے۔

(۵) اسباق اساتذہ اور مدرسہ کی مرضی پر ہوتے ہیں۔

(۶) طالب علم پر ضروری ہوتا ہے کہ

(۱) نماز کی پابندی کرے۔

(۲) تعلیم میں محنت کرے۔

(۳) اوقات تعلیم میں باہر نہیں جاسکتا۔

(۴) لڑائی جھگڑا نہ کرے۔

(۵) اپنی باری پر آٹا اور ہانڈی پکائے۔

(۶) ہفتہ وار تقریری اجتماع میں حاضری ضروری ہوگی۔

(۷) صفائی (کپڑے، کمرہ، برتن) ضروری ہے۔

(۸) مدرسہ کی اشیاء کی حفاظت۔

(۹) داخلہ کا امتحان ضروری ہے، اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو نہیں داخل کیا جاتا۔

(۷) داخلہ شوال کی ابتدا سے ۱۵ شوال تک ہوتا ہے۔

(۸) اگر گنجائش ہو تو داخلہ دے دیا جاتا ہے نہ ہو تو نہیں۔

والسلام

احقر عبدالحمید سواتی

خادم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ''

کارکنانِ جمعیۃ طلباء اسلام سے مراسلت

''جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے قیام کے بنیادی اور ابتدائی مراکز میں جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کا بھی ایک کلیدی کردار ہے، اس کے قیام کے ابتدائی دور سے ایک طویل عرصہ تک اس جماعت کے تربیتی اجلاس یہاں بھی منعقد ہوتے رہے، جس میں جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے تمام مرکزی قائدین موقع بموقع شرکت فرماتے رہے ہیں، ان ہی میں حضرت والد ماجدؒ کا بھی ایک بنیادی کردار ہے، فلسفہ ولی اللّٰہی کی تعلیمات کی روشنی میں انہوں نے نوجوانوں کی جو تربیت فرمائی تھی، اس کے اثرات تا ہنوز موجود ہیں، ۱۹۷۷ء میں جب جماعت کا رسالہ ''عزم نو'' کے خاص نمبر کے لئے حضرت والد ماجدؒ سے ایک مضمون کا تقاضا ہوا تو انہوں نے مندرجہ ذیل ایک اہم تربیتی وفکری مضمون تحریر فرمایا تھا۔'' (فیاض)

مکتوب مفسر قرآنؒ بنام کارکنان جمعیۃ طلباءِ اسلام

''علم کہ راہ بحق ننماید جہل است''

بخدمت مکرمین عزیزان جمعیۃ طلباء اسلام زاداللہ اصلاحکم

سلام مسنون اسلام کے بعد آں مکرمین کا مکتوب اور اسلامی نظام کے اظہارِ خیال کی دعوت برائے خاص نمبر

''عزمِ نو'' موصول ہوا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ کہ میں تو اس قابل نہیں کہ ایسے وقیع اور اہم موضوع پر کوئی خامہ فرسائی............اور لب کشائی کرنے کا اہل ہوں۔ مجھ جیسے کم علم بلکہ جاہل آدمی سے رائے طلب کرنی غالباً فحش خطاء سے کم نہیں ہوگی۔ لیکن عزیزانِ گرامی کی حسن نیت اور جذبہ مخلصانہ کے پیش نظر چند سطور محض اس لئے کہ عزیزانِ گرامی قدر کی دل شکنی نہ ہو۔ پیش خدمت ہیں۔ واللّٰه الموفق والمعين۔

[۱] ہمارے موجودہ دَور میں تعلیمی، معاشی اور معاشرتی انحطاط کے اسباب متعدد ہیں، کوئی ایک خاص سبب نہیں جس پر انحطاط کا انحصار کیا جائے۔ لیکن ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ ہماری عادت چونکہ زیادہ تر ایک دوسرے پر اعتراض اور نکتہ چینی کی بن چکی ہے اس لئے ہر ایک دوسرے کو اس کا مدار قرار دے کر اپنے آپ کو اس سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اور حق کو اصلی صورت میں سمجھنے کی صلاحیت بھی تقریباً مفقود ہو چکی ہے۔ لیکن اس انحطاط کا ذمہ دار درحقیقت ہماری سوسائٹی کا ہر ایک طبقہ ہے۔ سیاست دان، دُنیا دار دیندار، تجار، صنعت کار، ملازم پیشہ حضرات، مزدور، کسان، علماء، طلبہ وغیرہ سب کے سب اس کے ذمہ دار ہیں۔ خصوصاً تین طبقات تو ہمیشہ سے اہم رہے ہیں۔ یعنی امراء، علماء اور پیر حضرات۔ کیونکہ سلف نے یہ بات فرمائی ہے کہ امراء و حکام کے بگاڑ سے لوگوں......کی معیشت تباہ ہوتی ہے۔ امراء جو طریقہ بھی معاش میں اختیار کریں۔ عام لوگ ان کا اتباع کرتے ہیں اور امراء بالعموم چونکہ توسع اور رفاہیت بالغہ (حد سے زیادہ خوشی) اور تعیش کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے دوسرے طبقات ان کا اتباع کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں عوام، کسان، مزدور، پسماندہ طبقات غرباء، مساکین اور نادار لوگوں پر بے پناہ مظالم ہوتے ہیں اور تنگی اور حرج واقع ہوتا ہے اور اس سے معاش برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔

اور علماء کے بگاڑ سے لوگوں کی دینی اور مذہبی حالت بگڑ جاتی ہے۔ علماء میں جب طمع اور دنیا داری اور حب جاہ و مال کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے اور غلط کاری جب ان میں پھیل جاتی ہے اور دین اور علم دنیا کے حصول کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے تو یقینی بات ہے کہ لوگوں کی دینی حالت آخر تباہ و برباد نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا؟

اور بزرگانِ دین اور پیرانِ عظام کی حالت جب خراب ہو جاتی ہے۔ خدا پرستی کے بجائے ان میں فسق و فجور، شرک، نفاق اور بدعات و رسومات کے جراثیم سرایت کر جاتے ہیں تو لوگوں کی اخلاقی اور روحانی حالت تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

؎ خدا کو بیچ کر شیخ حرم نے
عدم دنیا کے بت خانے خریدے

؎ ساقی سے لیا تھا جو بصد عرض تمنا
وہ جرعہ بھی زہر آب ہے معلوم نہیں کیوں؟

(جگر)

[۲] حقیقت یہ ہے کہ ملک وقوم کی آزادی کے لئے جن لوگوں نے کوشش کی اور قربانیاں دی تھیں۔ان کو انقلاب کے دھارے نے پیچھے دھکیل دیا اوران لوگوں کی حد سے زیادہ تذلیل وتوہین کی گئی اور وہ لوگ ارباب حل و عقد، بست وکشاد بن بیٹھے جونسلاً بعد نسلٍ اکابراً عن اکابرٍ انگریز کے قوت اور مغربیت کے دلدادہ تھے۔اوراپنی ملی اور قومی روایات وتشخص سے بالکل عاری تھے اور دینی اقدار سے بالکل قلاش تھے تو جب حالت یہ ہوکہ اذا وسد الامر الی غیر اھلہٖ فانتظر الساعۃ ۔آنحضرتؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ جب معاملہ نااہلوں کے سپرد کردیا جائے تو پھر قیامت کا انتظار کرو یعنی پھر تو قیامت ہی برپا ہوگی اور معاملات درہم برہم ہوکر رہ جائیں گے۔

[۳] موجودہ نظام تعلیم کو بدل کر اس کی جگہ۔اسلامی نظامی تعلیم کس طرح نافذ ہوگا؟ یہ بات مجموعی طور پر تمام نظاموں کے بارہ میں بھی اسی طرح وارد ہوتی ہے۔جس نظام تعلیم کے بارہ میں پورا نظام کس طرح تبدیل ہوگا؟ مگر اصولاً یہ بات قطعی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اسلام سے ٹیکنالوجی یا سائنس کا تعارض نہیں ہے۔البتہ اسلام کا فحاشی سے عریانی سے اور معاصی کا اسلامی نظام سے تصادم اور تعارض ہے۔

[۴] انگریزی زبان کی بے جا محبت اور اس میں غلو اگرچہ ناپسندیدہ اور بری بات ہے لیکن ناکامی کی وجہ یہ نہیں، ناکامی اس غالب نظام کی وجہ سے ہوئی ہے۔جس کا غلبہ ہر ایک متنفس پر ہے۔

بے شک ہمارے ملک میں اردو زبان کو اس ملک کی ہمہ گیر زبان ہونا چاہیے اور اپنے مقاصد میں انگریزی کو ثانوی درجہ حاصل ہونا چاہیے۔انگریزی زبان کو بالکل نظرانداز کرنا بھی اچھا نہ ہوگا کیونکہ اس وقت دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور ہمہ گیر زبان بن چکی ہے۔اور اکثر علوم وفنون اور اصطلاحات وغیرہ کا مدار اسی زبان پر ہے۔اس سلسلہ میں دنیا کی کسی زبان میں بھی سائنسی علوم اور جدید انکشافات کی تعبیر وتشریح کا سوال جب بھی پیدا ہوگا انگریزی زبان کی ضرورت پڑے گی۔جمعیۃ طلبہٴ اسلام کا جذبہ یقیناً اچھا ہے۔سوسائٹی کے ملحدانہ افکار اور زہریلے لٹریچر سے نئ

نسل کے اخلاقی بگاڑ پر ہر ایسا شخص جو اپنے سینے میں دردمند دل اور اپنے دل میں نورِ ایمان کی کوئی رمق اگر پاتا ہے تو اس کا پریشان ہونا ایک قدرتی بات ہے لیکن اس کا علاج صرف کسی جریدے رسالے کا اجراء نہیں۔ یہ تو اظہارِ خیال اور فکر کے نشر کرنے کا ایک ادنیٰ ذریعہ ہے۔

اگر رسائل و اخبارات سے ہی اس کا علاج ممکن ہوتا تو پھر ہر روز لاکھوں ٹن کاغذ سیاہ کئے جاتے ہیں اس مقصد میں معاون ہوتے۔ کیونکہ لٹریچر سب کے سب تو فحاشی اور بداخلاقی کے داعی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا صحیح علاج بنیادی طور پر ایک مرتکز اور صحیح فکر ہے اور پھر اس کے عمل و ایثار سے ہوسکتا ہے۔ اور اس کے لئے بے پناہ قربانی اور بے جگری کی ضرورت ہے اس کے بغیر اصلاحی قدم اٹھانا سراسر ناکامی اور منافقت پر مبنی ہوگا اور منافقت بھی ہمارے لئے اکثر تباہ کن واقع ہوتی ہے۔ ہمارے اکثر حضرات کا قول و فعل اس میں تطابق نہیں رکھتا۔ تمدن جدید نے انسان کو از حد خودغرض استحصال پسند اور طامع اور بے رحم بنادیا ہے۔ آرام طلبی اور تعیش نے انسانیت کو بہت ہی غلط راستے پر ڈال دیا ہے۔ انسان اصلی اور مصنوعی ضروریات میں فرق و امتیاز نہیں کرسکتا اور بہت سی مصنوع خودساختہ ضرورتوں کو اصلی اور بنیادی ضروریات کی طرح سمجھتا ہے۔ اب اسکا علاج بغیر عمل اور اخلاص اور پختہ ایمان و ایثار کے کیسے ہوسکتا ہے۔ تعلیم کا حال بھی اسی طرح ابتر ہے اور نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے مدارسِ دینیہ ہوں یا دنیویہ، کالج ہوں یا یونیورسٹیاں بڑے چھوٹے تعلیمی اداروں میں پوری طرح شیطان گھسا ہوا ہے۔ اور اس نے اپنا تسلط جمایا ہوا ہے۔

ہماری ناقص رائے میں سب سے پہلے تو تعلیم اور صحت دونوں کی بنیاد دینی اقدار پر رکھنی ضروری ہے۔ اس لئے کہ خداشناسی اور خودشناسی دونوں ضروری ہیں۔ ذہنی، دماغی اور روحی تطہیر کا ہونا ضروری ہے اور جب تک ہمارا مطمحِ نظر علم نافع کا حصول نہ ہو، اصلاح حال ناممکن ہوگا۔

آنحضرتؐ کا فرمان مبارک ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ۔

اے اللہ تیری ذات کے ساتھ دنیا اور عقبیٰ میں جو علم ضرررساں ہو اس سے میں پناہ چاہتا ہوں۔

شیخ سعدیؒ کا قول ہے۔

؎ علم کہ راہ بحق ننماید جہل است

اورعلم کا ہونا بھی ایک مومن کے لئے ضروری اور فرض ہے۔آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔(بیہقی)

کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

جو کوشش و کاوش، محنت وسعی، طلب وجستجو کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

زندگی جہد ست و استحقاق نیست

جز بعلم انفس وآفاق نیست

(اقبالؒ)

زندگی جدو جہد کا نام ہے یہ کوئی استحقاق نہیں کہ بغیر کسی طلب وجستجو کے حاصل کی جا سکے۔اور یہ بات انفس اور آفاق کے علم کے بغیر ناممکن ہے ایسا علم انسان کے پاس ہو جس سے وہ اپنے آپ کو پہچانتا ہو اور آفاق کو صحیح طور پر پہچانتا ہو اور علم انسان کے بنیادی حقوق میں سب سے اہم حق ہے۔اسلام میں بھی اس کا مقدم ہونا واضح بات ہے بنادی حقوق انسان کے لئے روٹی، پانی، کپڑا، مکان تعلیم اور صحت ہیں۔روٹی انسان کو عزت کے ساتھ نصیب ہونی چاہیے۔(الخبز بالکرامۃ)

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ مزاح سے فرماتے تھے۔لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے ارکان پانچ ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ چھ ہیں۔لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت وہ کیسے؟۔آپ نے فرمایا کہ پانچ ارکان تو ایمان توحید، رسالت کی گواہی، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج ہیں اور چھٹا رکن روٹی ہے کہ اس کے بغیر انسان نہ تو دنیا کا کوئی مفید کام کرسکتا ہے، اور نہ آخرت کا کام کرسکتا ہے۔

تعلیم کی بنیاد دینی اقدار پر رکھنی ضروری ہے۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم کہتے ہیں۔

''اگر ارتقاء، تمدن وتہذیب، انسان کو ایک درخت سے تعبیر کیا جائے تو مذہب اس کا ایک پھل ہوگا اور پھل ایسا جس کا کھانا قومی زندگی کے لیے ایسا ضروری ہے جیسے پانی، ہوا اور غذا کا استعمال جسمانی بقاء کے لئے لازم ہے''۔(ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر)

اور ظاہر ہے کہ انسانوں کی انفرادی یا اجتماعی اصلاح بغیر دین اور مذہب کے پاکیزہ اصولوں کو اپنانے کے

ناممکن ہے۔مشاہدہ اور تجربہ بتاتا ہے کہ صحیح اور سچے دین کے بغیر انسان نے نہ تو کبھی ترقی کی ہے نہ کرسکتا ہے اور اقبالؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ

''دنیا کی کسی قوم کی اصلاح نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس قوم کے افراد اپنی ذاتی اصلاح کی طرف توجہ نہ کریں''۔(عمرانی نظر)

''وہ لوگ جنہوں نے تعلیم کا یہ اصل الاصول قائم کیا تھا کہ ہر مسلمان بچے کی تعلیم کا آغاز قرآنِ مجید کی تعلیم سے ہونا چاہیے۔وہ ہمارے مقابلہ میں ہماری قوم کی ماہیت ونوعیت سے زیادہ باخبر تھے''۔(ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر)

اور تعلیم نسواں کے سلسلہ میں بھی ڈاکٹر اقبال مرحوم کی رائے بڑی وقیع ہے۔وہ کہتے ہیں۔

یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو ابتداء میں ٹھیٹھ مذہبی تعلیم دیں جب وہ مذہبی تعلیم سے فارغ ہوچکیں تو ان کو اسلامی تاریخ،علم تدبیر خانہ داری (تدبیر منزل) اور علم اصولِ حفظ صحت پڑھایا جائے۔اس سے ان کی دماغی قابلیتیں اس حد تک نشوونما پائیں گی کہ وہ اپنے شوہروں سے تبادلہ خیالات کرسکیں گی۔اور امومت کے وہ فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے سکیں گی جو میری رائے میں عورت کے فرائض اوّلین میں سے ہے۔تمام وہ مضامین جو ان کی نسائیت کی نفی کرنے یا اسلام کی حلقہ بگوشی سے انہیں آزاد کرنے والے ہوں باحتیاط ان کے نصاب تعلیم سے خارج کردینے چاہییں''۔(عمرانی نظر)

جس طرح جسمانی تغذیہ انسان کے لئے از حد ضروری ہے۔اگر انسان کو غذا میسر نہ ہو یا ناقص غذا ملے تو انسان کی ہلاکت کا خطرہ ہے اسی طرح جب تک انسان کو صحیح تعلیم میسر نہ ہو تو انسان کبھی بھی اپنے انسانی فرائض ادا نہیں کرسکتا اور نہ فرائض کے ادا کرنے کی صلاحیت اس میں پیدا ہوسکتی ہے۔

انسانوں کی عقلی ضرورتیں بھی اسی طرح پوری کرنی ضروری ہیں جس طرح جسمانی اور مادی ضرورتیں انسانی عقل کو صحیح غذا مذہب اور دین سے ہی نصیب ہوسکتی ہے۔لیکن مذہب تو عمل سے ترقی کرتا ہے۔

محض علم اور باتیں بنانے سے نہیں۔اکثر اسلام کے دعوے دار علماء اور گدی نشین حضرات بھی عمل سے عاری ہونے کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے لئے ایک مردار طاقت بنے ہوئے ہیں۔

اسی لئے یہ لوگ بآسانی یا تو نظام سرمایہ داری کے حاشیہ بردار ہوتے ہیں۔یا پھر نظام الحاد اور اشتراکیت کے چوب بردار ہوتے ہیں کیونکہ مذہب اور دین تو کردار عمل اور سچے اخلاق کا طلب گار رہتا ہے وہ ان میں موجود نہیں۔

اس لئے یہ باطل نظاموں کے حاملین کی طرح دنیائے انسانیت کے لیے مصائب وآلام کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

اوران میں کوئی ہی خدا کا بندہ ہوگا جو صحیح راہ پر گامزن ہو۔طلبہ کرام اگر چاہتے ہیں کہ وہ کوئی ایسا حقیقی انقلاب لائیں تو انہیں پہلے سوچ کر اپنا پروگرام طے کر لینا چاہیے اوراس پروگرام پر اگر مر مٹنے کی جرأت وہمت ہو تو پیش قدمی کریں ورنہ خاموشی بہتر ہے۔

گزشتہ تیس سالہ تاریخ میں اس ملک میں اسلام کے ساتھ کسی حکمران اوراسی طرح علماء اور پیروں وغیرہ نے کسی نے بھی انصاف نہیں کیا۔طلبہ کو کسی بیرونی سہارے کی بھی امید نہیں رکھنی چاہیے۔

؎ خود اپنے ہی سوز باطنی سے نکال اک شمع غیر فانی
چراغ دیر وحرم تو اے دل جلا کریں گے بجھا کریں گے

(جگر)

ایک صاحب نے فرمایا کہ قرآن کریم میں اللہ نے اپنے بندوں کو خطاب کیا ہے اس لیے بندوں کو یہ خطاب خود سمجھنا چاہیے۔تعجب ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ فصاحت و بلاغت کے مثالی دور کے عرب ہوتے ہوئے بھی قرآن کریم کی تعلیم نبی کریمؐ سے حاصل کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے"یعلمھم الکتاب"۔

[مولانا زاہد الراشدی]

مولانا محمد ابوبکر حنفی شیخوپوری
سابق استاذ التفسیر جامعہ اسلامیہ امدادیہ چنیوٹ

منصب ولایت اور مسلک اعتدال

ولایت ان مناصب جلیلہ، مراتب عظیمہ اور مقامات علیا میں سے ہے جس کا حامل بہت بڑا نصیبہ ور، حق جل مجدہ کی نگاہ میں انتہائی مکرم ومعظم اور اس کے مقربین وخواص میں شامل ہے۔ اس کے اہل کو''ولی اللہ'' ''عارف باللہ'' ''زاہد'' ''سالک'' اور ''صوفی باصفاء'' کہا جاتا ہے۔ جس عملی تربیت سے گزر کر اس کے حصول تک پہنچا جائے اسے ''تزکیہ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ اس مبارک مشغلے اور محبوب پیشے کو''تصوف'' ''سلوک'' اور ''طریقت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔''جس مقدس جگہ پر اس سلسلے کے اعمال و اشغال، اورادووظائف اور مجاہدات کروائے جاتے ہیں اسے ''خانقاہ'' اور ''روحانی علاج گاہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ولایت کے حوالہ سے چند قابل توجہ اور اہم امور پیش کئے جاتے ہیں۔

مقام ولایت

اللہ رب العزت نے اپنے مبارک کلام میں امت کے تمام افراد میں سب سے افضل جن چار انعام یافتہ طبقات کا تذکرہ فرمایا ہے ان میں چوتھا طبقہ اولیاء کرام کا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصّٰلحين۔ (النساء:۶۹)''پس وہ (اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنے والے قیامت کے دن) ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور نیکوکار''۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ''صالحین'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں''صالح اور نیک بخت وہ ہیں جن کی طبیعت نیکی پر پیدا ہوئی ہے اور وہ بری باتوں سے اپنے نفس اور بدن کی اصلاح اور صفائی کر چکے ہیں''۔ (تفسیر عثمانی) اور ظاہر سی بات ہے کہ ولی بننے کی اولین شرط بھی معاصی سے اجتناب اور قلب وجوارح کی اصلاح ہے۔ ولی کا مقام بارگاہ خداوندی میں اس قدر بلند ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ رب العزت گناہگار لوگوں کو بھی اپنی رداء

رحمت میں ڈھانپ لیتے ہیں، جیسا کہ روایات میں ہے کہ اللہ رب العزت بسا اوقات کسی گناہگاروں کی بستی کو تباہ کرنے کا ارادہ فرما لیتے ہیں لیکن اس بستی میں اپنے کسی ولی کو پاتے ہیں تو عذاب کو ٹال دیتے ہیں۔ احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صفحۂ ہستی کا نظام اولیاء کرام کے دم قدم اور اس عالم رنگ و بو کی رونق اہل اللہ کے وجود کی مرہون منت ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت سے نبی کریمؐ کا فرمان ہے لا تقوم الساعة حتی لا یقال فی الارض اللّٰه اللّٰه "قیامت اس وقت قائم ہوگی جب زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا''۔ جس طرح دنیا میں باری تعالی نے اپنے اولیاء کو منفرد اعزازات اور خصوصی امتیازات عطاء فرمائے ہیں، اسی طرح قیامت کے ہولناک اور لرزہ خیز دن میں بھی انہیں بڑی شان وشوکت اور عزت وعظمت سے نوازا جائے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے الا ان اولیاء اللّٰه لا خوف علیهم ولا هم یحزنون (یونس: ٦٢) ''سن لو! بلاشبہ اللہ کے ولیوں پر قیامت کے دن نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔ اپنے ساتھ پیش آنے والی کسی حادثے کی وجہ سے طبیعت میں پیدا ہونے والے اضطراب کو ''خوف'' اور کسی دوسرے کی پریشانی کی وجہ سے دل میں پیدہ شدہ بے سکونی کو ''حزن'' کہا جاتا ہے۔ باری تعالی نے دونوں کی نفی فرما کر اپنے اولیاء کو قیامت کے دن بے فکری، قلبی اطمینان اور ہر قسم کی پریشانی سے نجات کی یقین دہانی کروائی بلکہ روایات کی رو سے وہ جنت میں جانے سے پہلے میدان محشر میں حساب کتاب کا مرحلہ مکمل ہونے تک مشک کے ٹیلوں پر بڑے استغناء کے ساتھ چہل قدمی اور سیر و سیاحت کرتے پھریں گے۔ اللّٰهم اجعلنا منهم۔

ولایت کی اقسام

محققین نے ولایت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں، ایک ولایت عامہ اور دوسری ولایت خاصہ ہے۔ ولایت عامہ کا اطلاق ہر نیک و بد، مطیع و عاصی، صالح و فاسق اور راسخ الایمان اور ضعیف الایمان کلمہ گو مسلمان پر ہوتا ہے، یعنی ولایت کی اس قسم کا حصول نسبت ایمان کے ساتھ وابستہ ہے۔ جبکہ ولایت خاصہ کا حامل وہ شخص ہے جو باقاعدہ اہل سنت والجماعت کے سلاسل اربعہ میں سے کسی مستند خانقاہ میں تصوف وسلوک کی منازل طے کرتے ہوئے اور اپنے شیخ کے تجویز کردہ اوراد ووظائف اور ہدایات کی روشنی میں اس طرح دین کے احکام پر عامل اور معاصی سے گریزاں ہو جائے کہ شریعت اس کی طبیعت بن جائے، خود بھی گناہوں سے اجتناب کرے اور کسی کو مبتلائے معصیت دیکھ کر اس کی طبیعت میں تکدر پیدا ہو جائے۔ اہل تصوف کے ہاں ولایت کی یہی قسم موضوع بحث

ہوتی ہے اور ایسا شخص اصطلاحاً ولی کہلاتا ہے۔

ولایت کا خلاصہ

مشائخ کی خانقاہوں میں اللہ اللہ کی ضربیں لگانے، چلے کاٹنے، مجاہدات کے مشکل ترین مرحلے سے گزرنے، اپنی مصروف ترین زندگی میں خانقاہی معمولات کے لئے قیمتی وقت نکالنے، بسا اوقات مباحات اور جائز لذات کو ترک کرنے، غرضیکہ مرشد کی تمام ہدایات کی پابندی کا مقصد درجہ احسان کا حصول ہے، یہی تصوف کی اصل، خلاصہ اور لب لباب ہے۔ احسان کی تعبیر رسول اللہؐ سے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث جبرائیل میں یہ منقول ہے ان تعبدالله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك (صحیح بخاری) ''کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو (کم از کم یہ خیال جما کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے''۔ پہلے درجے کو ''مشاہدہ'' اور دوسرے درجے کو ''مراقبہ'' کہتے ہیں۔ جب عبادت میں اس درجہ کا اخلاص پیدا ہو جائے تو عبادت کرتے ہوئے ایسی حلاوت محسوس ہوتی ہے کہ دنیا بھر کی شیرینیاں اس کے سامنے ہیچ نظر آتی ہیں۔

ولی کی علامات

قرآن وسنت میں ولی کی تین علامات ذکر کی گئی ہیں۔ پہلی نشانی یہ ہے وہ متقی، پرہیز گار اور خداترس ہو، اس کی جلوت وخلوت ایسی یکساں ہو کہ کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر جری نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے ان اولياء ه الا المتقون (انفال:۳۴) ''اس (اللہ) کے دوست صرف متقی لوگ ہیں''۔ دوسری علامت اتباع سنت ہے یعنی اپنی عبادات، معاملات، معاشرت اور طبعی ضروریات کو نبی کریمؐ کے مسنون طرز عمل کے مطابق پورا کرے، اس لیے کہ ولایت کی منزل اللہ جل شانہ کی رضامندی اور اس کی محبت کا حصول ہے اور محبت الٰہیہ کا حصول آنحضرتؐ کی اتباع پر موقوف ہے۔ قرآن کریم میں ہے قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله۔ (آل عمران:۳۱) ''(اے پیغمبرؐ) فرما دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا''۔ ولی اللہ کی تیسری شناخت حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے نبی کریمؐ سے منقول ہے قيل يا رسول الله من اولياء الله قال الذين اذا رؤوا ذكرالله (مسند بزار) ''عرض کیا گیا اے اللہ کے رسولؐ! اولیاء اللہ کون ہوتے ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ کہ جب انہیں دیکھیں تو اللہ یاد آجائے''۔ قرآن وسنت میں بیان کردہ اولیاء اللہ کی ان واضح علامات کے بغیر کوئی شخص خود کو صاحب نسبت کہنے کا حقدار نہیں۔ لیکن ہمارا یہ معاشرتی المیہ ہے کہ تقدس کا لبادہ

اوڑھے بہت سے بہروپیے ،احکام الٰہی اور اسوہ نبویؐ سے نا آشنا، بدعقیدہ اور بدعمل لوگ، ہوس کے پجاری اور مال وزر کے بھوکے بڑی ڈھٹائی سے مسند ولایت پر براجمان ہیں اور ان کے آگے پیچھے ہزاروں مریدین کی قطاریں ہیں۔ان جعلی پیروں نے ولایت کے مفہوم کو ایسا گدلا کر دیا ہے کہ عرف عام میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ ولی وہ ہوتا ہے جس نے سرتاپا آلودہ سا سبز لباس پہن رکھا ہو، اس کے گلے میں موٹے موٹے دانوں والی تسبیح لٹکی ہو، ہاتھ میں کڑا اور دس کی دس انگلیوں میں مختلف نگینوں والی انگوٹھیاں ہوں اور میلا کچیلا اور بدبودار بدن اور لباس ہوا یسے لوگ راہبروں کے روپ میں راہزن اور ضال ومضل ہیں۔ان کی صحبت سے خود بچنا، ان کی اصلیت سے دوسروں کو آگاہ کر کے ان کی فتنہ انگیزی سے بچانا اور کسی صاحب نسبت، متقی، عاشق سنت کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے نفس کی اصلاح کروانا ہم سب کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔

کرامات اولیاء

اولیاء کرامؒ کے ہاتھ پر بسا اوقات عام قاعدے سے ہٹ کر خرق عادت کے طور پر کچھ امور کا ظہور ہوتا ہے، جنہیں کرامات کہا جاتا ہے۔کرامت کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ برحق ہے اور اس کا ثبوت کلام اللہ سے بھی ہے اور احادیث رسول اللہؐ سے بھی۔قرآن کریم میں حضرت مریمؑ کے قصہ میں مذکور ہے کہ جب ان کے خالو حضرت زکریاؑ نے ان کے بند حجرے میں بے موسم کے پھلوں کو دیکھا تو تعجب سے پوچھا یـــــا مـــریـم انـی لك هـذا ''اے مریمؑ! تیرے پاس یہ کہاں سے آئے؟''۔انہوں نے جواب دیا هـو مـن عـنـد الـلّٰـــه (آل عمران:۳۷) ''یہ اللہ کی طرف سے ہیں''۔یعنی کسی ظاہری سبب کے بغیر من جانب اللہ حاصل ہوئے ہیں۔حضرت مریمؑ ولیہ خاتون تھیں اور یہ واقعہ بجا طور پر ان کی کرامت تھی۔اسی طرح ذخیرہ احادیث میں بھی اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔حضرت عمرؓ کی آواز کا مدینہ سے میلوں دور حضرت ساریہؓ تک پہنچنا اور جنگل کے جانوروں کا صحابہ کرامؓ کے لئے جنگل خالی کر دینا وغیرہ تمام واقعات کرامات کے قبیل سے ہیں۔قرآن وسنت کے اس قدر کثیر اور صریح دلائل کے ہوتے ہوئے کرامت کے حق ہونے کا انکار کرنا خشک مزاجی اور تعصب کا شاخسانہ ہی ہوسکتا ہے، کوئی معتدل صاحب علم ودانش اس کے انکار کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔البتہ ان کرامات کو خالصۃً اولیا کرامؒ کا ذاتی فعل سمجھ کر ان کو مافوق الاسباب مشکل کشا اور حاجت روا ماننا شرک کے زمرہ میں آجائے گا جو قرآنی رو سے ناقابل معافی جرم اور ظلم عظیم ہے۔

کرامت کے حوالہ سے یہ بات ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ یہ ولایت کے متعلقات میں سے تو ہے لیکن اس کی ضروریات اور لوازمات میں سے نہیں ہے، یعنی اللہ کے امر سے کرامات کا ظہور تو ہوتا رہتا ہے لیکن ایسا نہیں کہ کرامت کے ظاہر ہونے پر ولایت کا دارومدار ہو اور اس کے بغیر ولایت نامکمل تصور کی جائے یا ولایت میں شبہ کیا جائے۔ عموماً لوگ ولایت کو کرامت کے ترازو پر تولتے ہیں اور جس کی جتنی زیادہ کرامات مشہور ہوں اسے اتنا بڑا ولی گردانتے ہیں، یہ شریعت کے احکام سے ناواقفیت اور تصوف کی مبادیات سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ اصل کرامت دین کے احکام پر ثابت قدمی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے، کسی عربی عالم کا مشہور مقولہ ہے الاستقامة فوق الكرامة یعنی کسی کی ملامت، لالچ اور خوف کی پرواہ کیے بغیر دین پر مضبوطی سے جمے رہنا ہزار ہا کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔

کرامت کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ من گھڑت، بے بنیاد اور بے اصل واقعات کو اولیاء کرام کی طرف کرامت کے عنوان سے منسوب نہ کیا جائے، مثلاً ہمارے معاشرے میں مشہور ہے کہ فلاں بزرگ کی کرامت یہ ہے کہ وہ گیارہ سال اندھے کنویں میں کچے دھاگے کے ساتھ لٹکے رہے، اس قسم کے واقعات جاہل لوگوں کی ذہنی اختراع ہے اس لئے کہ کرامت کے معنی شرافت کے آتے ہیں یعنی کرامت ایسے نادر الوقوع واقعے کو کہتے ہیں جو ولی کی عظمت کو چار چاند لگا دے اور اس کی شخصیت کو دنیا والوں کی نگاہ میں نمایاں کر دے اور ایسے واقعات شرافت کو نہیں بڑھاتے بلکہ توہین کے زمرے میں آتے ہیں۔

> ''تخلیق'' دراصل کسی سابقہ نمونہ اور مواد کے بغیر ایک نئی چیز عدم سے وجود میں لانے کا عمل ہے جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اور کائنات میں موجود میٹریل کو مختلف صورتوں میں جوڑ کر نئی سے نئی ایجاد کرنا انسانی کمالات کا حصہ ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ودیعت کردہ ہیں۔ [مولانا زاہد الراشدی]

مولانا محمد فیاض خان سواتی

خاطرات

گنبدِ خضریٰ کی مختصر تاریخ

عزیز القدر مولانا حافظ محمد رضوان منیر لاہوری سلمہ الرحمٰن نے آج ۱۲ ربیع الاول کے دن مجھ ناچیز کو مندرجہ ایک تصویر بھیجی ہے، جسے دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ اس شخص نے گنبدِ خضریٰ کے ساتھ اپنی داڑھی، دستار کا ڈیزائن اور جبہ کی کناری میں سبز رنگ ملانے کے ساتھ اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے، چونکہ جمہوریت کے اس ترقی یافتہ دور میں ہر ایک کو مکمل آزادی حاصل ہے، سوائے ان قلندروں کے جو من مانی حکومت میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

کاش کہ ان لوگوں کو گنبدِ خضریٰ کی کچھ تاریخ بھی معلوم ہوتی، اس سلسلہ میں اپنی زبانی یادداشت کے حوالہ سے تاریخ کا مختصر سا خلاصہ لکھ رہا ہوں، اسلئے اس کی ترتیب میں تقدیم وتاخیر بھی ممکن ہے۔

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقی روایت کے مطابق نو ربیع الاول سوموار کے دن ولادت اور پھر تریسٹھ برس کی عمر میں دو ربیع الاول سوموار کے دن وفات ہوئی تو انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے حجرہ مبارکہ میں دفن کیا گیا، وہاں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی رہائش بھی تھی، بعد ازاں وہیں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی تدفین بھی ہوئی تو ان تین قبور والے حصہ کو حجرہ مبارکہ سے علیحدہ ایک احاطہ کی شکل دے دی گئی تھی، جس پر ابتداءً چھت نہیں تھی، گنبد کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ایک طویل عرصہ تک یہی صورتِ حال رہی، پھر اس پر لکڑی کا گنبد نما چھت ڈالا گیا، جس پر کوئی رنگ نہ تھا، پھر واقعہ احتراق یعنی مدینہ منورہ میں آگ لگنے والے واقعہ میں یہ لکڑی والا چھت جل گیا تھا، بعد ازاں پھر اسے پکے گنبد کی صورت میں تعمیر کیا گیا، اور اس پر سفید رنگ کر دیا گیا، اس وقت اسے ’’قبۃ البیضاء‘‘ یعنی سفید گنبد کہتے تھے، پھر ایک عرصہ کے بعد اس پر نیلگوں رنگ کر دیا گیا، اس وقت اسے ’’قبۃ الزرقاء‘‘ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، پھر ایک زمانہ بعد اس پر سلیٹی رنگ کر دیا گیا اور ایک

طویل عرصہ تک اسے ''قبۃ الفیحاء'' کے نام سے موسوم کیا جاتا رہا، پھر ترکوں کے عثمانی دورِ خلافت میں اس پر سبز رنگ کر دیا گیا، اور اس وقت سے تا ہنوز اسے ''قبۃ الخضریٰ'' یعنی گنبدِ خضریٰ کے نام سے یاد کیا جا رہا ہے۔

یہ رنگ مختلف بادشاہوں کے ادوار میں ان کی پسندیدگی کے مطابق ہوتے رہے ہیں، آگے ابھی قیامت تک پتہ نہیں اس پر کون کون سا رنگ کیا جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بابا جی موصوف نے بھی شاید اپنے اسی دور کی مناسبت سے سبز رنگ کی یاد تازہ کرنے کی کوشش کی ہے، اور سابقہ سب رنگوں کو فراموش کر دیا ہے، اگر کوئی فتویٰ نہ لگے تو میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اگر یہی رنگ قیامت تک برقرار رہا تو یقیناً یہ بھی قیامت کی ایک اور علامتِ کبریٰ کا اظہار ہو گیا ہے۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ گنبدِ خضریٰ کے مکینوں کے ساتھ ان مصنوعی رنگوں سے کبھی بھی مطابقت پیدا نہیں ہو سکتی، جب تک کہ ان کے مکمل مشن کو قولاً وفعلاً اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل نہ بنا لیا جائے، اس لئے بارگاہِ اقدس میں عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ کریم امتِ مسلمہ کو اپنے نبی آخر الزمان علیہ التحیۃ والسلام کے ساتھ سچی اور اصلی محبت وعقیدت عطاء فرمائے اور ان کے مشن پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین بحرمۃ سید الاولین والآخرین۔

کیا امامِ انقلابؒ دیوبند کے فاضل نہیں تھے؟

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے بارہ میں بعض احبابِ کرام کی طرف سے یہ استفسار ہوا کہ کیا وہ دار العلوم دیوبند کے فاضل نہیں تھے؟

اس لئے میں یہ چند سطور اپنی معلومات کے دائرہ میں ان احبابِ کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

(۱) امامِ انقلابؒ نے خود اپنی ''ذاتی ڈائری'' کے صفحہ ۶۹ میں لکھا ہے کہ

''سولہ برس کی عمر میں مسلمان ہوا، ۳۲ سال کی عمر میں علوم دینیہ میں تکمیل کر کے دار العلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی۔''

(۲) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند کے پوتے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند ''دار العلوم دیوبند کی صد سالہ زندگی'' کے صفحہ ۶۸ میں فرماتے ہیں۔

''حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سابق ناظم جمعیۃ الانصار دار العلوم دیوبند، سکھ مت سے آپ دائرہ اسلام میں

داخل ہوئے تھے، آپ دارالعلوم کے فاضل اور حضرت شیخ الہندؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔''

(۳) حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیریؒ جو خود مولانا سندھیؒ کے شاگرد بھی تھے، وہ ''ایک عجیب واقعہ'' کے عنوان کے تحت ''بقیۃ الآثار من الحیاۃ المستعار'' کے صفحہ ۵۷، ۵۸ میں فرماتے ہیں۔

"ایک روز ہم مولانا حسین علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے درس میں بیٹھے تھے کہ موضع عیسیٰ خیل ضلع میانوالی سے ایک سن رسیدہ عالم آیا اور کہنے لگا کہ ہم کئی ساتھی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے دورہ حدیث پڑھتے تھے اور دورہ حدیث کا سالانہ امتحان شروع تھا، ہمارے ساتھیوں میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ بھی تھے، وہ ہمیشہ ہر ایک پرچہ میں اول آتے تھے، بخاری شریف کا پرچہ شروع ہونے والا تھا کہ سب ساتھیوں نے مشورہ کیا، دیکھو یہ نومسلم سکھ طالب علم عبیداللہ سندھیؒ ہمیشہ اول آتا ہے، آج اس کے ساتھ کچھ کرنا چاہئے تاکہ یہ فیل ہو جائے، سب نے فیصلہ کیا کہ عبیداللہ سندھیؒ کو چائے میں افیون پلا دیں تاکہ وہ بیہوش ہو کر پرچہ صحیح حل نہ کر سکے، ہم نے چائے بنائی اور میں نے عبیداللہ سندھیؒ کے پیالہ میں افیون ڈالی، انہوں نے اسے پی لیا کہ اس دوران میں گھنٹی بج گئی اور ہم سب درس گاہ میں چلے گئے، امتحان شروع ہوا اور عبیداللہ سندھیؒ میرے قریب بیٹھے تھے، میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھیں سرخ ہیں اور وہ حواس باختہ ہو چکے ہیں، لیکن پھر بھی بخاری کا پرچہ لکھ رہے ہیں، جب نتیجہ نکلا تو وہ اس پرچہ میں بھی اول رہے۔''

اس موضوع پر ویسے تو حوالہ جات بہت سے موجود ہیں تاہم اختصاراً ابھی صرف یہی عرضِ خدمت ہیں۔

امید ہے کہ ان حوالہ جات سے احبابِ کرام اصل حقیقت کو بخوبی جان گئے ہوں گے۔

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

آمین بحرمۃ سید المظلومین۔

چہل کاف

کسی دوست نے چہل کاف کے الفاظ اور اجازت کے بارہ میں پوچھا تو اسے اپنے مسودات میں سے چہل کاف کے الفاظ اور اس بابت اپنی مخصوص اجازت بھی نکال کر دکھانی پڑی، تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ تبرک احبابِ کرام بھی ملاحظہ فرمالیں۔

میں ذاتی طور پر تو عملیات کے شعبہ میں دلچسپی نہیں رکھتا، لیکن اس کے باوجود بھی کئی بزرگوں اور اساتذہ کرام

نے اپنے حسنِ ظن کی بناء پر فقیر پُر تقصیر کو اپنے مخصوص عملیات کی اجازتوں سے سعادت بخشی ہے، مندرجہ ذیل چہل کاف کی وہ اجازت ہے جو استاذ محترم شیخ التفسیر حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی نوراللہ مرقدہ فاضل و مدرس و سابق صدر مفتی جامعہ نصرۃ العلوم نے اپنے قلم سے لکھ کر بندہ کو عنایت فرمائی تھی، انہیں اس کی اجازت شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سابق شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم و فاضل و سابق مدرس دار العلوم دیوبند سے حاصل تھی، جو زینت المحد ثین حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری برد اللہ مضجعہ کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔

(نوٹ) یہ مسودہ صرف زیارت کے لئے نشر کر رہا ہوں، نہ کہ اجازتِ عام کے لئے۔

و اما بنعمة ربك فحدث۔

''ایں چہل کاف است

از تصنیف حضرت غوث الثقلین شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ

کہ شیخ عبدالحق دہلوی آنرا ترجمہ نمودہ ست رحمہما اللہ تعالیٰ جل وعلا

كَفَيكَ رَبُّكَ كَمْ يَكْفِيْك

وَاكِفَةً كِفْكَافُهَا كَكَمِيْنٍ كَانَ

مِنْ كَلَكَا تَكُرُّ كَرًّا كَكَرِّ الْكَرِّ

فِى كَبَدٍ تَجَلّٰى مُشَكْشَكَةً

كَلُكُلُكٍ لَكَكَا

كَفَاكَ مَا بِىْ كَفَاكَ

اَلْكَافُ كُرْبَتَهٗ يَا كَوْكَبًا

كَانَ تَحْكِى كَوْكَبَ الْفَلَكَ

طریقہ عمل: أجازنى بهذا العمل الشيخ الاستاذ مولانا قاضى شمس الدين رحمه اللّٰه تعالٰى وَاجزت بمثل هذه الاجازة العميد النجيل مولانا الحاجى محمد فياض صاحب دام فضله۔

اکتالیس روز میں پورا کرے، درمیان میں ناغہ نہ ہو، علیحدہ مجلس میں شب و روز میں سے کوئی سا وقت منتخب کرے اور اس تصور سے پڑھے جس کسی نے مجھ پر یا میرے کسی بزرگ اور عزیز پر سحر کیا ہے، اس پر لوٹ جائے اور اللہ تعالیٰ مجھے یا میرے دوست کو اس سے نجات عطا فرمائے۔

(۱) استغفار۔ استغفر اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ۔ ایک تسبیح۔

(۲) درود۔ ابراہیمی۔ ایک تسبیح۔

(۳) چہل کافِ مذکور۔ اکتالیس مرتبہ۔

(۴) درود۔ ایک تسبیح۔

(۵) استغفار۔ ایک تسبیح۔"

بحر الاذکار

حضرت مولانا محمد امیر المعروف مولانا بجلی گھر نور اللہ مرقدہ کو "حزب البحر" کی اجازت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے حاصل تھی، انہوں نے اپنی زندگی کے آخری دور میں اس کی اجازت فقیر کو بذریعہ ٹیلیفون عطاء کی تھی، بعد ازاں انہوں نے اپنا مرتب کردہ رسالہ "بحر الاذکار" اور مندرجہ ذیل اجازت نامہ اپنے صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مفتی محمد قاسم حفظہ اللہ سے لکھوا کر بندہ کو ڈاک کے ذریعہ ارسال فرمایا تھا، آج پرانے خطوط کی چھانٹی کے دوران یہ بھی نظر سے گزرا تو مناسب معلوم ہوا کہ تحدیثِ نعمت کے طور پر احبابِ کرام کو بھی اس کی زیارت کرادوں، اللہ کریم مولانا موصوف کو احقر سے حسنِ ظن پر اجرِ جزیل سے نوازے اور فردوسِ بریں میں اپنے انعاماتِ عالیہ سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین بحرمۃ رحمۃ للعالمین۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۰۱۲ء۔۸۔۲

محترم جناب حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے مزاج شریف ہوں گے۔ عرض یہ ہے کہ ایک عدد کتاب بحر الاذکار بھیج رہا ہوں، اس کتاب کے تیسرے باب کے تمام اوراد و وظائف کی آپ کو میری طرف سے اسی طرح اجازت ہے جس طرح ان کی مجھے

اجازت حاصل ہوئی ہے، دو عدد کتابیں ماہنامہ نصرۃ العلوم میں تبصرہ کے لیے ہیں، اور ایک عدد کتاب حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں دعاؤں کے ساتھ پیش کر دیں۔ باقی چھ مہینے سے صاحب فراش ہوں، مجھے اپنی دعوات صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں۔

فقط والسلام مع الاحترام
مولانا بجلی گھر صاحب
بقلم مفتی محمد قاسم غفرلہ
۱۳، رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ"

مبارک باد

استاذ محترم شیخ التفسیر حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانیؒ کے صاحبزادے جناب برادر پروفیسر حافظ عنایت اللہ خان گورمانی حفظہ اللہ تعالیٰ ہمارے بچپن کے ساتھیوں میں سے ہیں، ان کے بیٹے ۳۰، ستمبر ۲۰۲۱ء کو عشاء کی نماز کے بعد اپنے والدِ محترم کی طرف سے فرستادہ ایک رسالہ "عزم" لے کر آئے اور ساتھ انہوں نے یہ مژدہ بھی سنایا کہ والد صاحب کو کالج کا پرنسپل بنا دیا گیا ہے، اور انہوں نے کالج کا عرصہ سے رکا ہوا یہ رسالہ دوبارہ شروع کیا ہے، جس کے پہلے شمارہ کی چند کاپیاں انہوں نے اپنے مخصوص دوست واحباب کو بھجوائی ہیں اور ایک کاپی آپ کے لئے بھی بھجوائی ہے، جس پر میں نے ان کا تہہ دل سے شکریہ اداء کیا اور انہیں اس ترقی پر مبارک باد بھجوائی اور دعا بھی کی کہ اللہ کریم انہیں مزید ترقیوں اور خوشحالیوں سے نوازے، آمین بحرمۃ خاتم الانبیاء المرسلین۔

> "حکمت ودانش کے بارے میں آج کا فلسفہ یہ کہتا ہے کہ اس کا منبع انسان کی عقل وفہم ہے، جبکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "ولقد اٰتینا لقمان الحکمۃ" حضرت لقمان علیہ السلام کو حکمت ہم نے عطا کی تھی۔" [مولانا زاہد الراشدی]

مولانا محمد فیاض خان سواتی

وفیات

[۱] استاذ گرامی قاری گلزار احمد قاسمیؒ

۱۱، اکتوبر ۲۰۲۱ء کو ان کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوا تو ماضی کی یادیں ایک ایک کر کے ذہن کی سکرین پر نمودار ہونے لگیں، سوچا ان میں سے چند ایک احبابِ کرام سے بھی شیئر کروں۔

انہوں نے جامعہ نصرۃ العلوم شعبہ حفظ و ناظرہ میں اپنی تدریس کا آغاز سن ۱۳۹۰ھ بمطابق سن ۱۹۷۰ء میں کیا تھا، جو تقریباً دس برس مسلسل جاری رہا، یہ سن ۱۳۹۹ھ بمطابق ۱۹۸۰ء تک کا زمانہ ہے، میرے والدِ ماجدؒ ان کے بارہ میں مدرسہ کی سالانہ روئیداد میں لکھتے ہیں۔

''قاری گلزار احمد صاحب نصف سال کے قریب تعلیم دیتے رہے، لیکن درمیان سال مستعفی ہو کر اپنے محلّہ سلطان پورہ میں ہی بچوں کو پڑھانے کا کام شروع کر دیا۔''

جواب جامعہ قاسمیہ کی صورت میں ان کے آثارِ صالحہ اور یادگار میں شمار ہے۔

بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ وہ میرے حفظِ قرآن کریم کے استاذ تھے، میں نے ان سے تقریباً پندرہ پارے، پارہ پانچ کے نصف سے پارہ بیس تک حفظ کئے تھے، ذیل میں جو قرآنِ کریم کی تصویر ہے، یہ اسی دور کی ایک اہم یادگار ہے، فقیر ان کی کلاس کے سالانہ امتحان میں جب اول پوزیشن پر آیا تھا تو انہوں نے مجھے اپنی طرف سے انعام کے طور پر تاج کمپنی کا سولہ سطری یہ قرآن کریم کا نسخہ خرید کر دیا تھا، اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس وقت سے لے کر تا دمِ تحریر گزشتہ ۴۳ سالوں سے یہی نسخہ میری تلاوت کے معمولات میں شامل ہے، اور آج سے اس کا ایصالِ ثواب ان کے کھاتہ میں بھی جمع ہونا شروع ہو گیا ہے۔

انہیں حضرات شیخین کریمینؒ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی، ان کے ساتھ بیتے ہوئے ماہ و ایام کا ذکرِ خیر فرماتے ہوئے اکثر و بیشتر ان کے آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے، علماءِ حق کے قافلہ کے تمام بزرگانِ دین،

مشائخِ عظام اور علماءِ کرام کے نہایت قدر دان تھے، دینی امور اور تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، بندہ فقیر کے ساتھ تو وہ ایسے اخلاق اور محبت سے پیش آتے تھے جیسے کوئی نہایت ہی بے تکلف دوست ہوتا ہے، ہم بھی ان سے کافی بے تکلفی کر لیتے تھے، ان کا حسنِ ظن تھا کہ وہ مجھ سے بہت سے اہم بلکہ گھریلو معاملات میں بھی مشورہ کرنے میں اعتماد فرماتے ہوئے اس بابت جامعہ میں خود تشریف لایا کرتے تھے، الحمد للہ بندہ ان کی بعض باتوں کا امین بھی ہے۔

عجائب الاتفاق یہ بھی ہے کہ جس سال انہوں نے جامعہ نصرۃ العلوم میں دورہ حدیث شریف میں شرکت فرما کر دستارِ فضیلت حاصل کی تھی، اس سال دورہ حدیث میں حدیث کی مشہور کتاب ''مؤطاء امام محمدؒ'' بندہ کے زیرِ تدریس تھی، شاید وہ اسی بات کا لحاظ فرماتے تھے، تاہم ان کے اخلاقِ کریمانہ، ملنساری، نرم گوئی، خندہ پیشانی، خیر خواہی، اور مسلکی استقامت وصلابت کا ہر آدمی ہی معترف ہے۔ و ذٰلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء۔

انہوں نے ساری زندگی قرآنِ کریم کی تعلیم وتعلم میں بسر کی، ہزاروں حفاظ وقراء، اور متعدد مساجد و مدارس تعمیر فرما کر صدقہ جاریہ چھوڑے، اولاد بھی ساری کی ساری ان کے باقیاتِ صالحات میں سے ہے، ان کے تمام بچے اور بچیاں حافظِ قرآن، قاری اور عالم وصالح ہیں، ان کے صاحبزادے مولانا مفتی محمود صاحب کچھ عرصہ جامعہ نصرۃ العلوم میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں، جب کہ چھوٹے صاحبزادے مولانا جواد قاسمی صاحب تو جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل ہیں، قاری صاحب کے چھوٹے بھائی قاری عبدالخالق قاسمی صاحب میرے حفظ کے کلاس فیلو ہیں، ان کے خاندان سے ہمارا دینی بلکہ گھریلو تعلق تقریباً نصف صدی سے زیادہ زمانہ کو محیط ہے، حضرت قاری صاحب ہمیشہ ہماری تمام خوشی غمی میں شریک رہتے تھے، اس ناطے ان کے تمام خاندان، متعلقین اور شاگردوں سے ان کی ناگہانی وفات پر دلی تعزیت کرتا ہوں اور سب کے غم میں برابر شریک ہوں اور دعا گو بھی ہوں کہ اللہ کریم استاذ صاحب کی تمام بشری سیئات سے صرفِ نظر فرماتے ہوئے، ان کی جملہ حسنات اور خدمات کو اپنی بارگاہِ اقدس میں شرفِ قبولیت سے نوازے اور اعلیٰ علیین میں ان کو اپنے انعاماتِ کثیرہ سے حظِ وافر سے نوازے۔

آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

؎ جو زندہ ہے، وہ موت کے آلام سہے گا
جب احمد مرسل نہ رہے، کون زندہ رہے گا

[۲] آہ! محسنِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان بھی گزشتہ ماہ مظلومیت کی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر زیرِ زمین چلے گئے ہیں، ان کی سربراہی میں ان کی ٹیم کی شبانہ روز کاوش سے وطنِ عزیز آج ایٹمی پاور والے ملکوں کی صف میں کھڑا ہے، ان کا یہ قومی احسان تاریخِ عالم میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا، گو کچھ نادان لوگوں نے ان کی قدر نہیں کی لیکن پوری ملتِ اسلامیہ بالخصوص پاکستانی قوم ان کی وفات پر گہرے غم واندوہ میں مبتلا ہے، ان کی وفات حسرتِ آیات پر یمامہ کے تمیمی شاعر کے مندرجہ ذیل دو اشعار غم کی مکمل عکاسی کرتے ہوئے ان کی حیثیت کو بھی نمایاں کرتے ہیں، جو اس نے اپنے ممدوح منصور کے مرثیہ میں کہے تھے۔

فالناس ماتمهم عليه واحد
في كل دار رنّة و زفير
عجباً لاربع اذرع في خمسة
في جوفها جبل اشم كبير

اس پر لوگوں کا ماتم ایک جیسا ہے۔
ہر گھر میں رونے کی آواز اور مصیبت ہے۔
تعجب ہے چار ہاتھ چوڑی اور پانچ ہاتھ لمبی قبر پر۔
جس کے پیٹ میں ایک بڑا بلند پہاڑ دفن ہو گیا ہے۔

اللہ کریم ان کی تمام بشری لغزشوں کو درگزر فرمائے اور اپنے مقامِ رحمت میں ابدی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المجاھدین۔

[۳] مولانا محمد احمد بھی گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے ہیں، جو کہ شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مرکزی راہنماء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے جوان سال صاحبزادے تھے، ان کی ناگہانی وفات پر ہم ان کے خاندان سے قلبی تعزیت کرتے ہیں اور ان کے غم میں برابر شریک ہیں۔

[۴] انڈیا کے مشہور عالم دین حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی۔

[۵] والدہ مولانا قاری عبیدالرحمٰن ضیاء، مانسہرہ فاضل جامعہ نصرۃ العلوم۔

[۶] والدہ حافظ عثمان، قلعہ دیدار سنگھ۔

[۷] والدہ حاجی عبدالوحید امیر تبلیغی جماعت حلقہ جامع مسجد نور، گوجرانوالہ۔

[۸] چوہدری عبدالحمید انصاری کے بڑے بھائی عبدالجلیل انصاری، گوجرانوالہ

[۹] جمعیۃ علماء اسلام گرجا کھ گوجرانوالہ کے راہنماء عثمان منصوری۔

[۱۰] قاری عبدالرحمٰن قادری بن قاری محمد حنیف قادریؒ، سول لائن گوجرانوالہ۔

[۱۱] بھولا پہلوان، محلّہ اسلام آباد گوجرانوالہ۔

[۱۲] حافظ فضل اللہ راشدی آلائی متعلم جامعہ نصرۃ العلوم کی اہلیہ کی نانی۔

☆ قارئین کرام ان تمام وفات پانے والے خواتین وحضرات کیلئے اللہ رب العزت کے حضور دعا فرمائیں کہ وہ ان کی غلطیوں کو درگزر فرما کر جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔

> ’’مسلم معاشروں پر دباؤ ہے کہ وہ مغربی طرز حیات قبول کرتے ہوئے مرد وعورت کے اختلاط میں حائل رکاوٹیں دور کریں۔ پردے کے شرعی احکام کو فرسودہ اقدار کی علامت قرار دیں۔ زنا، مانع حمل ادویات اور اسقاط حمل کو قانونی حق کی حیثیت دیں۔ اور شادی میں والدین اور خاندان کا عمل دخل کم سے کم کردیں۔‘‘
>
> [مولانا زاہد الراشدی]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

مقتداء اور پیشوا کسے بنائیں؟

[مولانا زاہد الراشدی]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ جو شخص کسی شخصیت کو اپنا مقتداء اور پیشوا بنانا چاہتا ہے تو اس کے لیے ان لوگوں میں سے انتخاب کرے جو فوت ہو چکے ہیں، اس لیے کہ زندہ شخص کسی وقت بھی فتنہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی مشکوٰۃ شریف میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

من كان مستنا فليستن بمن قدمات فان الحى لا تؤمن عليه الفتنة اولٰئك أصحاب محمد كانوا أفضل هذه الأمة أبرها قلوبا واعمقها علما وأقلها تكلفا اختارهم اللّٰه لصحبة نبيه ولا قامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم على اثرهم و تمسكو ا بمااستطعتم من اخلاقهم و سيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم۔

’’جو شخص کسی کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو ان کی کرے جو فوت ہو چکے ہیں اس لیے کہ زندہ آدمی فتنہ سے محفوظ نہیں ہے اور وہ لوگ اصحاب محمدؐ ہیں جو سب سے زیادہ نیک دل تھے، سب سے زیادہ گہرے علم والے تھے اور سب سے کم تکلف والے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے چنا تھا پس ان کے فضل کو پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو اور جہاں تک تمہارے بس میں ہو ان کے اخلاق و عادات کو مضبوطی سے تھام لو کیونکہ وہی لوگ سیدھے راستے پر ہیں‘‘۔

مولانا زاہد الراشدی

معاشرے کی قوتِ مدافعت

''جس طرح ایک انسانی جسم کے اندر فطری طور پر جو قوت مدافعت موجود ہوتی ہے، وہ اگر قائم رہے تو جسم بڑی سے بڑی بیماری کا مقابلہ کر لیتا ہے، لیکن اگر وہ قوت مدافعت مضمحل یا ختم ہو جائے تو چھوٹی سی بیماری سے نمٹنا بھی جسم کے لیے مشکل ہو جاتا ہے، یہی مثال سوسائٹی میں برائیوں پر باہمی روک ٹوک کے نظام کی ہے۔ اگر معروفات کی باہمی تلقین اور منکرات پر باہمی روک ٹوک کا سسٹم موجود ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سوسائٹی منکرات کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں ہے اور خود کو ان سے محفوظ رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے، لیکن اگر یہ سسٹم کمزور پڑ جائے تو سوسائٹی کی قوت مدافعت کمزور پڑ جاتی ہے اور سوسائٹی خود کو کسی برائی سے محفوظ رکھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتی ہے، اور اگر کسی سوسائٹی میں نیکیوں کی باہمی تلقین اور برائیوں پر باہمی روک ٹوک کا سسٹم سرے سے ختم ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سوسائٹی نے برائیوں کو اجتماعی طور پر قبول کر لیا ہے اور یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جب کوئی قوم قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق خدائی لعنت اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بقول عمومی عذاب کی مستحق بن جاتی ہے۔''

......☆......☆......☆......☆......